هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ بِالْحَقِّ ۔ ۴۵/۴ جاثیہ

یہ ہے کتاب ہماری بولتی ہے اوپر تمہارے ساتھ حق کے

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّ
مَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۔ ۱۸/۴ کہف

آپ اپنے پروردگار کی طرف سے حق کہہ دیجئے
جس کا دل چاہے ایمان لائے اور جو چاہے انکار کر دے

صلوٰۃِ دائمی

—: از :—

خاکپائے حضرت سخی عبد اللہ شاہ قلندر قدس سرہ العزیز سہروردی نعم قاد

میاں نبی احمد ناز سہروردی

کفش بردار آستانہ عالیہ قلندریہ برنالہ شریف

چک نمبر ۱۰۳ ج ب ، ضلع فیصل آباد

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	حمد ..	۷
۲	ذکر -	۸
۳	صلوٰۃ دائمی کے پانچ وجود	۱۰
۴	بیان نماز خمسہ ..	۴۲
۵	نماز دو قسم کی ہوتی ہے۔	۴۳
۶	اطمینان قلب اللہ تعالیٰ کے ذکر میں ہے۔	۴۵
۷	ایک اہل دل مسجد سے نکل کر شراب خانہ میں آیا	۴۷
۸	نماز کے اوصاف و پہچان	۴۷
۹	صلوٰۃ سفلی اور دل ..	۵۱
۱۰	نماز کی غرض و غایت طہارت نفس ہے۔	۵۴
۱۱	وسیلہ شیخ طریقت ..	۵۶
۱۲	نماز حقیقی ..	۶۵
۱۳	جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت علی علیہ السلام کو ارشاد کہ جب اور قبل انسان کو فعل سے گیا گزرا نہ سمجھیں اس کا ایمان مکمل نہیں ہوتا۔	۶۶
۱۳	دیدار الٰہی دو قسم کا ہے	۷۳

جملہ حقوق بحق آستانہ قلندری محفوظ ہیں

طابع — آستانہ عالیہ قلندریہ برنالہ شریف

مطبع — ظفر آرٹ پرنٹرز ۱۰ ایبک روڈ انارکلی لاہور

بار دوم — ۱۹۸۸ء

تعداد — ایک ہزار

قیمت — ۲۰ روپے

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱۵	حکایت موسیٰ علیہ السلام کا خدا تعالیٰ سے پوچھنا کہ مجھ جیسا بھی کوئی عاشق ہے۔	۷۱
۱۶	عبادتِ الٰہی کو شوق سے کرنا چاہیے ارکانِ نماز میں حضوریِ دل لازمی	۷۲
۱۷	شریعت بغیر طریقت کے نفاق ہے اور طریقت بغیر شریعت کے زندقہ	۷۵
۱۸	حکایت، حضرت مجدد الف ثانی کا مسجد میں جانا	۷۷
۱۹	منافقوں کی نماز	۷۸
۲۰	یہودیوں کی نماز	۹۰
۲۱	ایک دکان دار خوجہ کی نماز	۹۱
۲۲	گفتگو انسان اور دیا سلائی	۹۲
۲۳	بندروں کی سردی کی رات	۹۳
۲۴	اہلِ تصوف کی نماز	۹۴
۲۵	خدا کی ذات قدیم ہے اور ہمیشہ رہے گی	۹۵
۲۶	بے خبری غلاف نظر ابروئے نما تقلید	۹۹
۲۷	نمازیوں کی قسمیں	۱۰۹
۲۸	تیرا وجود شہرت اندھا ہی ہے یا نیک و بد رہتے ہیں	۱۱۰
۲۹	نشہ کی حالت میں نماز	۱۱۵

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۳۰	نماز پڑھنے والوں کی پہلی منزل	۱۲۰
۳۱	نماز کے متعلق نکات	۱۳۰
۳۲	فقراء کا گروہ ایسا ہے کہ ان کا ہم نشین بدکار رہ ہی نہیں سکتا۔	۱۳۲
۳۳	عالموں کی قسمیں	۱۳۴
۳۴	ایک شخص کا اسم اعظم سیکھنے کے لیے حضرت امام جعفر صادق رض سے سوال	۱۴۲
۳۵	حضرت بایزید کا حج پر جانا، راستہ میں ایک درویش کی ملاقات	۱۴۴
۳۶	اسلام درحقیقت کیا ہے ؟	۱۴۶
۳۷	درویش کے ہاتھ پاؤں خدا کے ہیں۔	۱۴۷
۳۸	فقراء کا دشمن، دشمن خدا ہے۔	۱۴۹
۳۹	جو شخص خدا کے پاس بیٹھنا چاہے وہ فقیروں میں بیٹھے	۱۵۱
۴۰	نجات صرف علم نہیں عمل سے ہے۔	۱۵۴
۴۱	نظم	۱۵۹
۴۲	خطاب عام	۱۶۰
۴۳	مرد قلندر	۱۶۲
۴۴	نعت	۱۶۳
۴۵	شجرہ طریقت سہروردی	۱۶۴
۴۶	ہر گھڑی ہر پل	۱۶۸

خود عمل تیرا ہے صورت گر تیری تقدیر کا
شکوہ کرنا ہے تو اپنا کر، مقدّر کا نہ کر

حمدِ باری تعالیٰ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حمد و ثنا اسی خالقِ کبریا کو زیبا ہے جس کی یاد سے مضطرب دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ اور درود و سلام خیرالانام سیّدالرسل ہادی السبل احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ہو جنھوں نے اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ کی یاد کے طریقے بتا کر سالکانِ راہ سلوک پر راہِ سلوک آسان کر دیا۔ اور طالبوں کو مطلوبِ حقیقی کی طرف ہدایت کی کہ وہ واصل بالحق ہو گئے

امّا بعد،

برادرانِ طریقت کی خدمت میں عرض ہے کہ اپنے معشوقِ حقیقی سے ملنے کا سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ اسے ہر وقت اور ہر حالت میں یاد کیا جائے۔

ع ذکرِ حبیب کم نہیں وصلِ حبیب سے

حدیث شریف: فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یَمَلُّ حَتّٰی تَمَلُّوْا وَاِنَّ اَحَبَّ الْاَعْمَالِ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی مَادَامَ وَاِنْ اَقَلَّ۔

ترجمہ: تحقیق تم کو اللہ تعالیٰ اپنی طرف اس لیے متوجہ کرتا ہے کہ نورِ معرفت سے تمھارے دلوں کو بھر دے اور اللہ تعالیٰ کو وہی عبادت زیادہ پسند ہے جو ہمیشہ اور ہر وقت ہوتی رہے، خواہ وہ تھوڑی سی ہو۔

یَا عَبْدِیْ کُلٌّ یُرِیْدُکَ لِنَفْسِہٖ وَاَنَا اُرِیْدُکَ لَکَ۔

ترجمہ: اے میرے بندے سب تجھے اپنی غرض کے لیے چاہتے ہیں مگر میں تجھے محض تیری بھلائی کی خاطر چاہتا ہوں۔

إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ (القرآن)

ترجمہ: بے شک نیکیاں گناہوں کو مٹا ڈالتی ہیں۔

ذکرِ حق آمد غذائے رُوح را

مرہمے آمد دلِ مجروح را

ذکر اللہ تعالیٰ

اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِھِمْ

(القرآن ۳/۱۹۱ پارہ ۴ سورۃ آلِ عمران ۳ رکوع ۲۰)

ترجمہ: وہی لوگ سب سے افضل ہیں جو کھڑے، بیٹھے اور لیٹے ہوئے اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔

انسانی زندگی کی تمام حالتوں میں ذکر کی تاکید کی گئی ہے۔ انسان کھڑا ہو یا بیٹھا، خشکی پر ہو یا تری میں، صبح کا وقت ہو یا شام کا، سفر میں ہو یا حضر میں، تندرست ہو یا بیمار، ہر حالت میں ذکرِ خدا اس پر فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ذکر کے علاوہ اور احکام جو بطورِ فرائض انسان کے لیے صادر فرمائے ہیں، ان کی بجا آوری کے لیے ایک حد مقرر کردی ہے۔ بعض حالتوں میں انسان پر ان کی بجا آوری واجب نہیں مگر ذکر کے معاملہ میں نہ کوئی حد مقرر کی ہے اور نہ ہی کسی کو معذور قرار دیا ہے۔ اس حالت میں کہ جب انسان انسانیت سے ہی گر جائے اور پاگل ہو جائے۔

حدیثِ قدسی: اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ۔ یعنی جس جگہ میرا ذکر ہوتا ہو میں اس جگہ آجاتا ہوں۔

حدیثِ قدسی: وَاِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطَانٌ لَا

يَشْغَلْهُمْ شَيْئٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ طَرْفَةَ عَيْنٍ ۔ یعنی میرے بندے پر شیطان قبضہ نہیں پا سکتا۔ میرے ذکر کے سوا سے کوئی اور چیز سکون نہیں دیتی۔

حدیث : مَنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ نَفْسِهٖ وَ ذَكَرْتُهٗ فِيْ نَفْسِيْ وَمَنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ مَلَاءٍ خَيْرٍ مِّنْهُ ۔ یعنی جس نے مجھے اپنے دل میں یاد کیا میں اس کو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں۔ اور جس نے مجھے لوگوں میں یاد کیا میں اسے ایسی جماعت میں یاد کرتا ہوں جو دُنیا کے لوگوں سے اچھے ہیں۔

حدیث قدسی: اِذَا ذَكَرْتَنِيْ شَكَرْتَنِيْ وَاِذَا نَسِيْتَنِيْ كَفَرْتَنِيْ یعنی جب میرا ذکر کرتے ہو گویا میرا شکر کرتے ہو اور جب مجھے بھول جاتے ہو تو گویا کفر کرتے ہو۔

آیت : فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۔

یعنی دوڑو میری طرف میرے ذکر کے ساتھ۔

میرے پیارے ناظرین! مذکورہ بالا آیات واحادیث میں ذکر کے لیے کیسی تاکید کی گئی ہے۔ خدا کے وصال کا ذریعہ اس کا ذکر ہے بلکہ

ذکرِ حبیب کم نہیں وصلِ حبیب سے

سبحان اللہ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

گفتگوئے یار وصلِ یار سے کچھ کم نہیں
جستجوئے یار وصلِ یار سے کچھ کم نہیں

واضح ہو کہ گفتگو اور جستجو کسی طرح پر ہے۔ مگر ہر ایک طریقہ اور مذہب میں صفائی باطن ضروری امر ہے۔ اور صفائی باطن کے لیے ذکرِ الٰہی لازم ہے جیسا کہ فرمایا نبی علیہ السلام نے لِكُلِّ شَيْءٍ صَيْقَلَةٌ وَّصَيْقَلَةُ الْقَلْبِ ذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالٰی ۔ یعنی ہر چیز کے واسطے صیقل ہے اور دل کا صیقل اللہ کا ذکر ہے

جس طرح ممکن ہو خواہ بالجہر یا آہستہ۔ بہرحال حق تعالیٰ کو اس کے نام و صفت سے پکارنا اور یاد کرنا موجب کشود باطن و باعث قرب الٰہی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَاذْكُرُوْنِيْ اَذْكُرْكُمْ یعنی یاد کرو تم مجھے اور میں یاد کروں گا تم کو۔ کوئی دم ذکر اللہ سے غفلت اور خاموشی اختیار نہ کرے۔

حدیث شریف: اَلْاَنْفَاسُ مَعْدُوْدَةٌ وَكُلُّ نَفَسٍ يَخْرُجُ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللّٰهِ فَهُوَ مَيِّتٌ۔ یعنی تمام سانس گنتی کے ہیں جو سانس اللہ کے ذکر کے بغیر گیا وہ مردہ ہے۔

صلوٰۃ دائمی کے پانچ وجود یعنی وجودات خمسہ

وحدت **واحد الوجود**: عالم ہاہوت کے تعین میں۔

وحدت **عارف الوجود**: عالم وحدت، عالم لاہوت حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم۔

واحدیت **ممتنع الوجود**: واحدیت کے تعین میں عالم جبروت۔

ارواح **ممکن الوجود**: تمام مخلوقات کی ارواح کے تعین میں عالم ملکوت۔

اجسام **واجب الوجود**: عالم ناسوت کے تعین میں عالم اجسام و ذات [illegible] درجہ وجود میں اپنے ظہورات سے جدا گانہ نسبت۔

مثال **عالم ناسوت**: واجب الوجود میں ذات کو اپنے مخلوقات کے ساتھ حاکم و محکوم کی نسبت ہے۔ ← کامل

عالم جبروت: ممتنع الوجود میں نسبت محبوبیت کی ہے۔

عالم لاہوت: عارف الوجود میں نسبت عاشقی کی ہے۔

صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ اول ذات بحت نے اطلاق کے تعین میں واحد الوجود نام پایا۔

كَمَا قَالَ عَلَيْهِ السَّلَام كَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ مَعَهُ

اللہ تھا اور نہ تھی اس کے ساتھ کوئی شے۔

پھر اس ذات مقدس نے عارف الوجود کے تعین میں جس کا نام نور و حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اجمالی علم میں ظہور پایا۔

کما قال علیہ السلام اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے ہی نور کو اپنا مظہر بنایا۔

پھر اس نے اپنے بے مثال نور کے جمال کو ملاحظہ فرما کر خود کو عاشق اور اس نور قدسی کو اپنا محبوب بنایا۔ چنانچہ

حدیث قدسی: لَوْلَاكَ لَمَا اَظْهَرْتُ الرَّبُوْبِيَّتَ۔

گواہ ہے۔ یعنی اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپ نہ ہوتے ہیں البتہ اپنی ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا۔

اللہ تعالیٰ کو اس درجہ وجود میں اپنے مظہر کے ساتھ عاشق کی نسبت ہے۔ پھر اس نور لطیف کو عرفان بخشا تاکہ اپنے نفس کی معرفت سے اپنے رب کی معرفت حاصل کرے اور مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ کی تصدیق ہو جائے پس اس عرفان کی وجہ سے اس نور مقدس کو روح قدسی کا خطاب عنایت ہوا۔ اور عالم جبروت حقیقت انسانی میں ممتنع الوجود کے تعین کی صورت میں تفصیلی علم کے ساتھ ظہور فرمایا۔

وجود کے اس درجہ میں روح قدسی نے اپنی پہچان کے وسیلے سے ذات واحد کو تمام صفتوں کا موصوف شناخت کر کے ذات پر عاشق ہو گئی۔ اس مرتبہ میں ذات کو اپنے مظہر سے محبوبیت کی نسبت ہے، یعنی اس مقام میں ذات الٰہی محبوب ہے اور مظہر عاشق۔ پھر ممکن الوجود کے تعین میں جس کو عالم ملکوت کہتے ہیں ظہور

فرمایا اور بوجہ کمال شانِ محبوبی خود ذوقِ نفسی سے ارواحِ غیر متناہی بہ مختلف شکلوں کے آئینوں میں ظہور میں لایا۔

وَمِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ ۔ آیت ۲۲ سورۃ روم رکوع ۳

ترجمہ: اور اس کی نشانیوں میں سے ہے پیدا کرنا آسمانوں کا اور زمین کا اور اختلاف تمہاری بولیوں کا اور تمہارے رنگوں کا، البتہ اس میں نشانیاں ہیں واسطے عالموں یعنی عارفوں کے لیے۔

تاکہ اپنے حسن وجمال کو ان مراۃ مختلفہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ اس مقام ممکن الوجود میں ذاتِ حق کو اپنے ظہور سے ایسی نسبت ہے۔ جیسے باپ کو اولاد سے اولاد کو باپ سے۔

یعنی اس مرتبہ ملکوتیہ میں ذاتِ حق باپ کی مانند رحیم وکریم تربیت و پرورش کنندہ ہے۔ اور مخلوق کو اولاد کی طرح نہ عذاب ہے۔ نہ امید وثواب، نہ خیال وعطا نہ طلب عرفان، نہ آرزوئے حصولِ کمالات۔

پس ذاتِ حق واسطے اثباتِ ربوبیت واجرائے حکم قضا وقدر خود ان ارواح کی تربیت کے لیے اپنے قہر وعطا وکرم ورحم کو ارواح پر اظہار کرکے اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا عبودیت کا اقرار کرایا اور سب کو وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ کے خطاب سے مشرف فرمایا اور ہر ایک اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ یعنی اپنی نیابت وخلافت کا حکم سنا دیا۔

ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۔ پھر عالم جسمانیات میں بھیج کر حکم قیام کا فرمایا۔ یہاں عالم ناسوت میں پہنچتے ہی ہر ایک کو دعوئ خلافت ہوا۔

کما قال اللہ تعالیٰ: هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ

بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْمَآ اٰتٰكُمْ یعنی اور اسی نے تم کو زمین میں نائب کیا۔ اور ایک کے ایک پر درجے بلند کیے تاکہ اپنے دیے ہوئے حکم سے تم کو آزمائے۔

اس سے ہر ایک کو علم ہوگیا کہ ہم نائب ہیں۔ پس اس لیے ہر ایک نے دعویٰ نیابت کیا۔ اور آپس میں ہر طرح کے نزاع و فساد شروع ہوتے۔ پھر ذات حق نے بشان احکم الحاکمین اپنے بندگان خاص کی معرفت احکام بھیجنے شروع کر دیے۔

پس ذات حق بدرجہ واجب الوجود عالم ناسوت میں بذریعہ حاکم کے ہے۔ پوشیدہ نہ رہے کہ سبحانہٗ تعالیٰ کی ذات نے خمسہ وجودات [illegible] ظہور فرمایا۔ ان تنزلات کا نام خمسہ وجودات رکھا ہے۔

معرفت واجب الوجود تعیین اجسام تجلی پنجم

علمائے شریعت کی اصطلاح میں واجب الوجود وجود باری تعالیٰ عز اسمہٗ کو [illegible] بذات خود قائم و دائم ہے۔ صوفیہ کرام کی اصطلاح میں اس جسد عنصری [illegible] ب الوجود یعنی لازم الوجود کہتے ہیں۔ یہاں وجود بمعنی جسم کے ہے۔ کہ روح حیوانی و نباتی نامی کو بغیر جسم عنصری ظہور میں ہرگز قیام و قرار نہیں ہے اس لیے جسد عنصری روح کے واسطے واجب و لازم قرار پایا۔ یہ وجود عنصری بموجب نزول رحمت و مسرت و فیضان الٰہی ہے۔ اگر یہ وجود عنصری نہ ہوتا تو کوئی شخص مرتبہ نبوت و رسالت و ولایت وغیرہ کو نہ پہنچتا۔ اس جسد عنصری میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عجیب و غریب حکمت بالغہ کا اظہار فرمایا ہے کہ عقل جزوی اس کے ادراک میں حیران و پریشان ہے۔ یہ عجیب وجود ہے کہ جمیع وجودات یعنی ممکن الوجود، ممتنع الوجود، عارف الوجود اور

[illegible] بود سب اس میں موجود ہیں۔ اور پھر خود ہر ایک میں موجود ہے۔

عجیب عالم صغیر ہے کہ عالم کبیر بھی اس کے اندر چھپا ہوا ہے۔

یہ طلسم الٰہی ہے۔ سبحان اللہ یہ خانہ طلسمات جس چیز کو ڈھونڈو وہ سب اس میں موجود ہے۔

مگر احدیت ذات کا پتہ بھی اس میں ہی لگتا ہے۔

وَفِيٓ أَنفُسِكُمۡۚ أَفَلَا تُبۡصِرُونَ

اور پھر اس میں ایک قابلیت رکھی گئی ہے۔ جس کا نام نفس امارہ ہے۔ یعنی خواہشات مذمومہ۔

إِنَّ ٱلنَّفۡسَ لَأَمَّارَةُۢ بِٱلسُّوٓءِ

جب روح حیوانی طبعی نامی اس جسد میں قائم ہوئی۔ تو چونکہ جسد پہلے ہی سے مجموعہ طلسمات عناصر متضادہ اور حواس مختلفہ اور لذائذ عجیبہ کا پتلا بن رہا تھا آتے ہی طلسمات میں گرفتار ہوگئی اور ناجنسوں کی صحبت میں لذتوں کی طرف رُخ کیا۔ سچ ہے۔

صحبتِ صالح ترا صالح کند
صحبتِ طالع ترا طالع کند

ممکن الوجود : اس کا طریقہ یہ ہے کہ باجازت پیر کامل واقف اسرار وجودات خمسہ اس مراقبہ میں مشغول ہو:۔

چشم بند و گوش بند و لب ببند
گر نہ بینی سرِ حق بر ما بخند

یعنی مقام تنہائی میں حجرہ کا دروازہ بند کرکے قبلہ رُخ بیٹھے اور جیبہ بند کرکے اپنی باطنی توجہ قلب کو اپنی [illegible] مخالفت کرتا رہے کہ عالم سے پوشیدہ ہو جائے [illegible] علم کو بھی فاموش کرے ایسا نہ ہو کہ مدہوشی طاری ہو

جائے۔ اس میں نقصان سے ہوشیار رہے۔ یہاں تسخیراتِ خلائق بدرجہ کمال ہے اس طرف رجوع نہ کرے کہ منازل کے طے کرنے سے رہ جائے۔ بلکہ ظہورات ذات حق کی جانب متوجہ رہے۔ ممکن الوجود، ممتنع الوجود کا مظہر و پرتو ہے۔ حدیث قدسی میں خَلَقْتُ الْخَلْقَ کا اشارہ اسی ممکن الوجود کی طرف ہے۔ یہ جمیع مخلوقات ہر دو عالم کا منبع ہے بلکہ یہ جملہ عالم اجساد و عالم ارواح کا وجود ہے۔

ممکن الوجود وہ ہے جس کا عدم و وجود مساوی اور قائم بذاتِ حق ہو۔ اور یہ وجود روحانی ہے جو عالم خواب میں اسی جسم خاکی کی صورت و شکل میں سیر کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ اسی کو روح جاری و سیرانی کہتے ہیں۔ اسی روح جاری کا نام ممکن الوجود ہے۔ روز میثاق اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کی مخاطب یہی روح تھی۔ اور اسی روح نے جواب میں بَلٰی کہا تھا۔ اس روح کا قیام بروح ناطق ہے کہ وہ عین روح قدسی ہے جو تضاداتِ حق ہے۔ یہ ممکن الوجود جائے ظہور اشیاء امکانیہ ہے اللہ تعالیٰ نے اس وجود کو تن روحانی یعنی ملکی و مثالی جو عالم خواب میں نظر آتا ہے اور متحرک و سیرانی روح جو بحالت خواب اس جسم مثالی کو اٹھا کر سیر و طیر کرتا ہے عنایت فرمایا۔ اس کو خواب و بیداری میں ہرگز آرام و قرار نہیں تن روحانی اور روح متحرک کے اتصال سے قلب منیب کا ظہور ہوا۔ اس میں خواہشِ حصول۔ اوصاف حمیدہ ملکیہ رکھی گئی ہیں اور اسی کا نام نفس لوامہ ہے۔

کما قال اللہ تعالیٰ لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ۔

یہ نفس آدمی کو برائی و ملامت و نقص کی اصلاح و ماسوی اللہ سے اعراض کرتا ہے۔ اور توجہ تام لہو سے حق رکھتا ہے۔ یہ قابلیت قلب منیب ہے۔

واجب الوجود عنصری کا نام ہمہ است ہے۔

ممکن الوجود روحانی کا نام صفا ہے۔

وہ عالم ہوا میں سیر کرتا ہے اور یہ عالم صفا میں۔

روح متحرک کا مقام قلب منیب ہے۔ اور یہ روح ہمیشہ حرکت میں رہتی ہے۔ اور اس میں قوت سیر وطیر اس قدر ہے کہ طرفۃ العین میں مشرق سے مغرب تک اور فرش سے عرش تک پہنچ سکتی ہے اور اس کو سکون اس وقت ہوتا ہے کہ جب سالک متصف بصفات نفس لوامہ ہو کر قلب منیب میں داخل ہوتا ہے۔

کما قال اللہ تعالیٰ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ ۙ ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ۭ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ۔ آیت ۳۳، ۳۴ سورۃ ق ۵۰ رکوع ۳ پارہ ۲۶

ترجمہ: جو شخص اللہ سے بن دیکھے ڈرتا ہے اور آتا ہے قلب منیب میں داخل ہو، ساتھ سلامتی کے یہ دن ہے ہمیشہ رہنے کا گویا آج سلامتی میں داخل ہو گیا

لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ آیت ۳۵ سورۃ ق رکوع ۳

یعنی واسطے ان کے ہے جو کچھ چاہیں گے بیچ اس کے اور نزدیک ہمارے ہے زیادتی۔

قلب منیب کی یہ خاصیت ہے کہ روح متحرک کی حرکات اختیاریہ سے مقتضائے طبع حقیقت میں اضطراری ہیں۔ اور دخول عالم ملکوت کی مانع ہا ہر آ جاتی ہے۔ حرکات اضطراریہ عادیہ عالم ملکوت میں نہیں ہے۔ کیونکہ ملائکہ امر حق کے ساتھ مامور ہیں، اختیاری حرکت نہیں رکھتے۔

پس واجب الوجود عنصری کی حرکت باطن کو جو ممکن الوجود روحانی کی روح متحرک میں ابھی کچھ باقی تھی۔ قلب منیب نے جب اس کو جذب کر لیا تو قلب منیب کا کام ختم ہوا۔

اب کارروائی نفس لوامہ کی شروع ہوئی۔

جب سالک نفس امارہ کی باقی حرکات سے جو صفات ذمیمہ ہیں۔ خبردار ہوکر آگاہی پالیتا ہے۔ گو نفس امارہ جاتا رہا مگر اس کی صفات ذمیمہ کا کچھ اثر باقی رہ گیا ہے ان کو نفس لوامہ زائل کر دیتا ہے۔ کیونکہ اس کی صفات حمیدہ ملکیہ ہیں۔ سالک اس مقام پر ملکوتی حسنات سے متصف ہوکر امارہ کی باقی ماندہ ذمیمہ صفات سے کنارہ حاصل کر لیتا ہے۔ اس وقت سالک احاطہ معرفت حق کی حیثیت سے فہم و ہم ہوتا ہے۔

فہم وہم: وہ ہے جو کچھ اس کے لائق حال ہو معرفت الٰہی حاصل کرے یعنی جیسے واجب الوجود عنصری میں فہم قیاس تھا کہ صانع کو صنعت میں شناخت کیا تھا۔ اب ممکن الوجود میں فاعل کو فعل سے شناخت کرتا ہے یعنی سالک اپنی ذات کو فعل اور ذات حق کو فاعل جانتا ہے۔

پس اس مقام میں مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ کے یہی معنی ہیں۔

صانع اور فاعل میں یہ فرق ہے کہ صانع غیب میں ہے اور فاعل حضوری میں۔ ملائکہ بفہم وہم حق تعالیٰ کو بالیقین فاعل و حاضر بالفعل جانتے ہیں اور امر حق کو بعینہٖ متصرف و نافذ دیکھتے ہیں اپنے ارادہ سے کچھ نہیں کر سکتے کہ مامور حق ہیں۔

ممکن الوجود وہ ہے کہ کبھی نیست اور کبھی ہست۔ یہ ہست بخود قیام نہیں رکھتا مگر بروح ناطق۔

اس کی شناخت یہ ہے کہ عالم خواب میں اپنے وجود امکانی سے کبھی نیست اور کبھی ہست ہوتا ہے۔ یعنی حالت خواب میں کبھی ظاہر ہوکر تماشہ دیکھتا ہے اور کبھی خواب غفلت میں معطل و معزول ہوکر پوشیدہ ہو جاتا ہے اور کوئی شے اس کو نظر نہیں آتی۔

پس جو چیز اس کو معدول کر کے اپنے میں پوشیدہ کر لیتی ہے اس کو ممتنع الوجود کہتے ہیں۔

اور اس کا حصول شہادت وجدا پر موقوف ہے اور یہ دو قسم پر تقسیم ہے۔

(۱) شہادت وجدا رسمی (۲) شہادت وجدا عینی۔

شہادتِ وجدا رسمی : یہ ہے کہ سالک اپنے ممکن الوجود کی ہستی ترک کر کے ہوشیاری و بیداری میں حالت خواب غفلت کو اپنے اوپر طاری کرے اور اس استغراق کو یہاں تک بڑھائے کہ تو اس وقت فنا اور وجود نابود اور راستہ کا خطرہ مسدود ہو جائے۔

شہادتِ وجدا عینی : یہ ہے کہ جو اوصاف ممکن الوجود میں مثل سیر و سیر عبادت ملکی وصفات تامہ و معرفت وغیرہ حاصل کر چکا ہے، ان سب کو نفی کر دے کہ یہ تمام راہ حقیقت میں حجاب ہیں۔ سالک جب اوصاف ممکن الوجود سے پاک و صاف ہو جاتا ہے تو اس وقت ممتنع الوجود نظر آتا ہے۔

ممتنع الوجود : عارف الوجود کا مظہر پرتو ہے جس کو واحدیت کہتے ہیں۔ اور یہ تجلی سوم ہے۔ یہاں ممتنع عبارت معدوم سے ہے۔ اور وجود بمعنی صورت ہستی۔ پس ممتنع الوجود وہ ہوا جس میں وجود اور صورت شئے معدوم ہو۔ یعنی وہ ظہور میں مانع صور اشیا و شریک باری ہے یعنی ازل الآزال میں بجز ذات خدا کسی شئے کا وجود نہ تھا۔ فقط ذات خدا تھی۔ چنانچہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اس پر گواہ ہے۔ كَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ مَّعَهٗ شَيْءٌ یعنی اللہ تھا اور اس کے ساتھ کوئی شئے نہ تھی۔

یہ منزل جبروت وراہ حقیقت ہے۔ اس منزل میں بجز ذات الٰہی کسی شئے کا وجود نہیں۔ وہ محض معنی ہیں جن کو حیان ثابتہ و حقیقت اشیا کہتے ہیں

جن کا ظہور اب تک عدم میں ہے۔ یعنی ہستی ذاتِ حق و ہستی بحت نصیب ممتنع الوجود کو ہے اور ما سوٰی نہیں "کو ممتنع الوجود کہتے ہیں اور وہ ایک وجود ہے کہ نہ بجُود قا مُرادہ نہ تغیراً اعتبار یہ رکھتا ہے۔ اس کو نسبتاً لامکان کہتے ہیں۔ جو جمیع وجودات اشیاء ممکنہ کا مقام ہے۔ یعنی جملہ موجودات نے اسی لامکاں میں ظہور پکڑا ہے۔

نیستی سے مُراد ظلمت ہے۔ یہ ممتنع الوجود تن ظلماتی رکھتا ہے یعنی جلال عظمتِ الٰہی برنگ نمودار ہے کہ ؎

آبِ چشمۂ حیواں درونِ تاریکی است

چشمۂ آبِ حیات تاریکی میں پوشیدہ ہے۔ یعنی جس طرح آبِ حیات تاریکی میں ہے اسی طرح نُور بھی ظلمت میں مستور ہے۔ دیدۂ بینا کو ہر شے میں نور ہی نظر آتا ہے۔

ظلمت: جس کا کوئی رنگ نہ ہو اس کا نام ظلمت ہے۔ پس رُوحِ قدسی کی صفتِ جلالی کا نام ظلمت ہے جس کو روحِ ناطق کہتے ہیں۔ روحِ قدسی اور روحِ ناطق میں ایسا فرق ہے جیسے آگ اور گرمی میں۔ کہ درحقیقت ہر دو ایک ہیں، یعنی جو آگ ہے وہی گرمی ہے۔ اور جو کچھ اس میں آجائے تو آتش اپنے رنگ میں ہم رنگ کر لیتی ہے۔ اسی طرح سالک جب اس مقام پر پہنچتا ہے تو اس کے جملہ خطرات و انانیت وغیرہ بھسم ہو کر ہم رنگ بن جاتے ہیں۔

ناطق بمعنی مدرک یعنی ہر دو وجود ظاہری عنصری و باطنی ملکی ہیں۔ جو صورت و خطرہ و اشارہ وغیرہ پیدا ہوتا ہے یہ ادراک خود اس کا عالم و مدرک ہے۔ ممتنع الوجود مظہر ذاتِ حق و پرتو عارف الوجود ہے۔ عارف الوجود میں رُوحِ قدسی ہے اور ممتنع الوجود میں روحِ ناطق اور یہ ایک دوسرے کے عین ہیں نہ غیر۔

بدل روح قدسی کا نام روح ناطق ہے کہ سالک سے خطرات غیبیہ کو اسے حرم سے دور پھٹکنے نہیں دیتی۔ اسی روح ناطق کا نام ممتنع الوجود ہے۔ پس تن خاکی و روح ناطق کے اتصال سے قلب سلیم نمودار ہوا جو جمیع خطرات غیر اللہ سے سلامت بکرامت ہے۔

کما قال اللہ تعالیٰ یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ۝ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ۝ ۸۹ سورۃ شعراء نمبر ۲۶ رکوع ۵ پارہ ۲۷

ترجمہ: جس دن نہ کام آئے گا مال اور نہ بیٹے مگر جو کوئی لائے اللہ کے پاس قلب سلیم۔

وَاِنَّ مِنْ شِیْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِیْمَ ۝ اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ۝ ۸۴ سورۃ صافات نمبر ۳۷ رکوع ۳

اور تحقیق اسی کی راہ والوں میں سے ہے ابراہیم تھا جس وقت کہ آیا اپنے رب کے پاس ساتھ دل سلامت کے۔

اس آیت پاک میں نفس کی ثابت رکھی گئی ہے جس کا نام نفس مطمئنہ ہے۔ اور جبکہ روح قدسی چونکہ سب بدل اپنی انانیت رکھتی ہے تو سالک کو لازم ہے کہ جب اس انانیت میں پہنچے تو کمال ہوشیاری کے ساتھ اپنی دانائی حاضر رکھے اور تمام خطرات دل سے نکال دے کہ ممتنع الوجود معدوم و منظور نظر ہو جائے اور اسی کے شوق میں مستغرق رہے اور جب ممتنع الوجود سالک کے پیش نظر ہو جاتا ہے اور [illegible] تو ایک ظلمت نمودار ہوتی ہے کہ در حقیقت وہ ظلمت نہیں بلکہ عین [illegible] ہے جس کو روح ناطق کہتے ہیں جو بزنگ ظلمت نظر آتی ہے [illegible] اپنی انانیت [illegible]

[illegible]

کر لیتی ہے اور وجود کو قائم رکھتی ہے ۔ سالک کو اس مقام پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا ہوتی ہے :

يَآ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ○ ارْجِعِيٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ○ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ○ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ○ ۳۰

سورۃ نمبر ۸۹ رکوع ۱ پارہ ۳۰

ترجمہ : اے نفس مطمئنہ پھر چل اپنے رب کی طرف تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی ۔ پھر مل میرے بندوں میں اور داخل ہو میری جنت میں یعنی میرے رنگ میں آ ۔ اور دیدار پا ۔

یعنی دین و دنیا کی انانیت بالکلیہ ترک کر کے یہاں داخل ہو ۔ کیوں کہ اِنِّيٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ○ وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ○ ۱۳ سورۃ طٰہٰ نمبر ۲۰ رکوع ۱

تحقیق میں ہوں پروردگار تیرا ۔ پس اتار ڈال دونوں جوتیاں اپنی (یعنی انانیت ، دینی و دنیاوی ، تحقیق تو بیچ میدان پاک کے ہے کہ نام اس کا طویٰ ہے (یعنی میدان عشق و محبت) اور میں نے پسند کیا تجھ کو پس سن جو کچھ وحی کی جاتی ہے ۔

اس مقام پر سالک اپنی انانیت کے دور کرنے میں ہر چند کوشش بلیغ کرتا ہے لیکن دفع کرنے میں قادر نہیں ہو سکتا کہ یہ انانیت بھی عطیہ ذات حق ہے ہاں جب سالک جمیع شرائط و لوازم ممتنع الوجود بجا لا کر مکمل طور پر اس کی معرفت حاصل کر لیتا ہے ۔ تو حق تعالیٰ اسے اپنی ذات میں فنا کر دیتا ہے ۔ سالک کو یہاں مشاہدہ روح تمثیل صفات میں ہوتا ہے اور بعد مشاہدہ صفاتی منزل جبروت ہوتی ہے ۔ اور اس کا طریقہ تحصیل یہ ہے کہ اس حدیث قدسی کا مراقبہ اِنَّ اللهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰى صُوْرَتِهٖ ، اس صورت کرے کہ روح قدسی کو عین ذات حق تصور

کرے۔ اور یہاں تک اس تصور کو بڑھائے کہ روح اور اس کے صفات عین ذات حق نظر آنے لگیں۔ چونکہ کلام جلال و عظمت و منزلت، منزل جبروت کی ہے۔ سالک اس منزل پر پہنچ کر اپنے حال سے بے خبر ہو کر حالت حق خود اختیار کرتا ہے اور منصور نعرہ انا الحق لگاتا ہے۔ اس وقت اس کو عاشق کہتے ہیں۔ اس منزل میں قیام کرنا زہر قاتل ہے۔ یہ حالت انتہائے ممتنع الوجود منزل جبروت ہے اور ابتدائی حالت عارف الوجود منزل لاہوت کی ہے۔

عارف الوجود تجلی دوم:

عارف الوجود، واحد الوجود کا مظہر و پر تو ہے جس کو وحدت وحقیقت محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہتے ہیں۔ اور تجلی دوم کہتے ہیں۔ جب واحد الوجود احدیت ذات نے کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِيًّا سے فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ کی تجلی فرمائی تو عارف الوجود یعنی ہستی بخود دانا کا ظہور ہوا جس کو علم اجمالی و وحدت و حقیقت محمدیہ بھی کہتے ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ اس وجود کا تن نورانی ہے۔

کما قال علیہ السلام اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ

یعنی اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو ظاہر فرمایا۔

اور اس وجود کے تن نورانی اور روح قدسی کے اتصال سے قلب شہید ظہور میں آیا۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِیْدٌ ۝ سورۃ ق ۵۰ رکوع ۳

یعنی تحقیق اس میں البتہ نصیحت ہے واسطے اس شخص کے کہ ہے واسطے اس کے دل آگاہ یا ڈالا اس نے کان کو رجو مجرد دل ہے اور وہی گواہی دہندہ ہے۔

قلب شہید میں ایک قابلیت رکھی گئی ہے جس کا نام الہام ہے۔

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا فَاَلْهَمَهَا۔ ترجمہ: قسم ہے نفس کی اور جس نے

اس کو بنایا۔ پھر اس کو ملہم کیا۔

نفس بمعنی خواہش اور ملہمہ بمعنی الہام کردہ شدہ یعنی یہ قلب ہمیشہ عالم غیب کلام حق و دیدار ذات و اسرارات معرفت و رویت اسرار الٰہی کا مشتاق اور انہیں الہامات کا ملہم رہتا ہے۔ عارف الوجود وہ ہے جو اپنی ہستی پر خود دانا ہے اور ہستی ہائے جملہ وجودات اسی کے ساتھ قائم ہے اور اسی کے محتاج ہیں۔ اور وہ سب سے مستغنی۔ یہ وجود اپنے شناخت سے متصف باطلاق ہے بلکہ مماثل اطلاق ذات حق ہے جو جمیع ہستی ہائے ممکنات سے منزہ و مقدس ہے۔ پس جب سالک ممتنع الوجود سے ترقی پاکر عارف الوجود میں آتا ہے تو اپنی اصلی شناخت جو مستلزم حقیقی شناخت رب الارباب ہے پہنچ جاتا ہے۔ اور اس پر مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ کے معنی پورے طور پر منکشف ہو جاتے ہیں یعنی ذات مطلق کو اپنے عارف الوجود میں حاصل کر لیتا ہے۔ اگرچہ سالک ممتنع الوجود میں جمیع صور و اشکال ماسوی اللہ سے نظر اٹھا کر خود ناظر و شاہد ہو گیا ہے۔ لیکن ممتنع الوجود کی ایک صفت شاہدی و خودی و خود بینی کی اس میں اب تک باقی ہے۔ جب اس کو بھی فناہ کردے گا تو پھر عارف الوجود میں پہنچے گا کہ وہ اپنی ذات میں اور اپنے اوپر خود بخود شاہد و ناظر ہے۔

تم پہلے اس بات کو معلوم کر چکے ہو کہ لازم الوجود خاکی کی روح نباتی و طبعی حیوانی ہے۔

ممکن الوجود روحانی کی روح متحرک

ممتنع الوجود ظلمانی کی روح ناطق

عارف الوجود نورانی کی رُوح قدسی

جب سالک یہ مراتب وجودات طے کرتا ہوا عارف الوجود میں آتا ہے

کرتا ہے۔ کیونکہ عارف الوجود مطلق نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اور یہ بحر ناپیدا کنار کی ایک موج ہے اور موج کو بحر سے انفکاک نہیں یعنی بحر مجرو ہے۔ پس اس منزل کی ابتدائی حالت میں واصل اپنی ذات کو مع ذات حق و ذات عالم ایک جانتا ہے اور دیکھتا ہے اور کچھ بھی تمیز نہیں کر سکتا۔ اس لیے بے اختیار انا الحق پکارتا ہے۔ اہل معرفت اس کو اس منزل کی ابتدائی حالت، وساغراول جانتے ہیں۔ اسی پر اکتفا نہیں کرتے کہ یہ عارف الوجود کا ادنیٰ مرتبہ و منشاء خودی ہے۔

محل قرب اخلاص و وحدت خاص الخاص میں داخل ہو۔ یہ شہادت شہید عارف الوجود کے واسطے خاص الخاص قرب ذات حق حاصل کرنے کے لیے مقرر ہے اس قرب کا نام قرب اختصاص، احدیت ذات و احد الوجود ہے۔

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۔ اور فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى

(آیت ۱۰ سورۃ نجم ۵۳ رکوع ۱)

بس تھا قدر دو کمان کے یا زیادہ نزدیک پس وحی پہنچائی ہم نے طرف بندے اپنے کو جو پہنچائی۔

اسی کی شان ہے۔ یہ مرتبہ معشوقی ہے۔ اور مقام انتہائے فقر۔

شہادت شہدا کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ رسمی۔ ۲۔ عینی

شہادت شہید رسمی: اس منزل کی ابتدائی حالت میں جو کچھ اوصاف سالک کو حاصل ہیں۔ ان سب کو نفی کرے۔ اور جو کچھ زبان سے سرزد ہوا ہو، اس سے بیزار ہو کر توبہ کرے اور ان سب امور کی اضافت بذات خود منسوب کرے اور اپنی ذات کو نیست و نابود سمجھ کر ذات حق کو موصوف بجمیع صفات ثابت و قائم کرے۔ اور اپنی نظر جلال احدیت ذات پر رکھے اور اپنی جملہ صفات کو شمع جلال

تحقیق و تنقیح کے بعد کہا :

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۝ سورۃ انعام ۶ رکوع ۱۵ پارہ ۷

ترجمہ : میں نے اپنا منہ اس کی طرف کیا جس نے آسمان اور زمین بنائے ۔ ایک اُسی کا ہو کر اور میں مشرکوں میں نہیں ۔

پس سالک فہم آگاہ کو مرتبہ کلام و رویت و معرفت و الہام وغیرہ میں نگاہ رکھے تاکہ جو کچھ غیب سے پہنچے اس کو مرتبہ آگاہی تک پہنچا دے کہ یہ آگاہی میں پہنچ جاتا ہے تو اپنی ذات کو باحاطہ ذات حق امواج میں مثل حباب کے پاتا ہے اور اس احاطہ کی شناخت ذوق و وجدان و معرفت سے حاصل ہوتی ہے ۔ پھر اس پر توحید ذاتی کھل جاتی ہے ۔ اور اس کا جمال سے تعلق ہے کہ عارف الوجود مرتبہ جمال میں ہے ۔ توحید ذاتی کے بعد سالک کو تجرید و تفرید کا اختیار کرنا لازم ہے اس مرتبہ کی تجرید یہ ہے کہ سالک روح قدسی و قلب شہید و نفس ملہمہ و فہم آگاہ سے گذر جائے اور حق تعالیٰ کے ساتھ منفرد و یگانہ ہو جائے تاکہ راہ معرفت نظر آئے ۔ بعد تکمیل راہ معرفت ، تجرید و تفرید و توحید ذاتی منکشف ہوتی ہے پس اپنے کمال عجز و انکساری کا اقرار کر کے سالک اپنے اوپر اس سے فنا کو قائم کرے کہ یں بغیر صفات مجرد و منفرد و یگانہ اس کی کبریائی میں مخفی و مستور ہوں اسی مرتبہ میں فعل بندہ فعل خدا ہوتا ہے ۔

وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی (سورۃ انفال ۸ رکوع ۲) اور حدیث قدسی مَا زَالَ عَبْدِیْ گواہ ہے ۔ اس مقام عبودیت میں قیام کرے کیونکہ عبادت سے محبت بڑھتی ہے ، اور محبت سے عشق ، اور عشق سے وصال میں آتا ہے اور قابل دیدار الٰہی ہو جاتا ہے ۔ پس جمیع لوازم عبودیت بجا لائے تاکہ مراقبہ معرفت میں

تو اللہ تعالیٰ جو کچھ مشاہدہ و کلام و رویت و الہام و پیام، ذوق و تجلی وغیرہ اس کو عطا فرماتا ہے۔

اول عارف الوجود میں، پھر ممتنع الوجود میں، پھر ممکن الوجود میں، پھر واجب الوجود میں ظاہر ہوتا ہے۔

جو کلام مرتبہ نور میں ہے : اس کو راز
جو روح پر آتا ہے : اس کو الہام
جب دل میں ... ہے : اس کو اشارہ
جو نفس میں گزرتا ہے : اس کو بشارت
جب گوش جسمانی میں پہنچتا ہے اس کو ہاتف

غرض اس بیان سے یہ ہے کہ روح قدسی جو متعلق تن نورانی عارف الوجود کے ہے۔ یہی قابل کلام الٰہی و لائق مشاہدہ ذات حق ہے۔ گو تن نورانی و روح قدسی دو نام ہیں لیکن درحقیقت وہ ایک ہی ذات ہے۔ جیسے شمس و شعاع اَرْوَاحُنَا اَجْسَادُنَا کا اشارہ اسی مرتبہ کی طرف ہے۔

روح قدسی کا مشاہدہ اس وقت متحقق ہوتا ہے کہ جب قلب شہید (جو تن روحانی و روح قدسی سے ظہور میں آیا ہے) گواہی دے اور اعتراف کرے۔

نفس ملہمہ جو قلب شہید کی قابلیت کا نام ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے ایک فہم عطا فرمایا ہے جس کا نام فہم آگاہ ہے اور اس کی خاصیت رفع شک و تردد کی ہے۔ یعنی جو کلام و رویت و معرفت و الہام وغیرہ نفس ملہمہ کو حاصل ہوتا ہے فہم آگاہ اس کا شک و تردد رفع کر دیتا ہے اور ایسی تحقیق کرتا ہے کہ سالک کو پھر کسی طرح کا شک و شبہ نہیں رہتا۔ چنانچہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام مقام معرفت حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی عارف الوجود میں پہنچے تو نفس ملہمہ نے

کرتا ہے۔ کیونکہ عارف الوجود مطلق نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اور یہ بحر ناپیداکنار کی ایک موج ہے اور موج کو بحر سے انفکاک نہیں یعنی بحر موجود ہے۔ پس اس منزل کی ابتدائی حالت میں واصل اپنی ذات کو مع ذاتِ حق و ذاتِ عالم ایک جانتا ہے اور دیکھتا ہے اور کچھ بھی تمیز نہیں کرسکتا۔ اس لیے بے اختیار انا الحق پکارتا ہے۔ اہلِ معرفت اس کو اس منزل کی ابتدائی حالت وساغر اول جانتے ہیں۔ اس پر اکتفا نہیں کرتے کہ یہ عارف الوجود کا ادنیٰ مرتبہ و منشاءِ خودی ہے۔

محل قرب اخص و وحدت خاص الخاص میں داخل ہو۔ یہ شہادت شہید عارف الوجود کے واسطے خاص الخاص قرب ذات حق حاصل کرنے کے لیے مقرر ہے اس قرب کا نام قرب اختصاص، احدیت ذات واحد الوجود ہے۔

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ ۔ اور فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ

(آیت ۱۰ سورۃ نجم ۵۳ رکوع ۱)

پس تھا قدر دو کمان کے یا زیادہ نزدیک پس وحی پہنچائی ہم نے طرف بندے اپنے کو جو پہنچائی)۔

اسی کی شان ہے۔ یہ مرتبہ معشوقی ہے۔ اور مقام انتہائے فقر۔

شہادت شہدا کی دو قسمیں ہیں:

(۱) رسمی۔ (۲) یقینی

شہادت شہید رسمی: اس منزل کی ابتدائی حالت میں جو کچھ اوصاف سالک کو حاصل ہیں۔ ان سب کو نفی کرے۔ اور جو کچھ زبان سے سرزد ہوا ہو، اس سے بیزار ہو کر توبہ کرے اور ان سب امور کی اضافت بذات خود منسوب کرے اور اپنی ذات کو نیست و نابود سمجھ کر ذات حق کو موصوف بجمیع صفات ثابت و قائم کرے۔ اور اپنی نظر جلال احدیت ذات پر رکھے اور اپنی جملہ صفات کو شمع جلال

فرما دیتا ہے۔

تجلی جلالی مرتبہ عاشقیت ہے۔

تجلی جمالی مرتبہ معشوقیت ہے۔

تجلی جمالی، تجلی جلالی سے افضل و بالاتر و انتہائے مراتب فقر ہے۔ اس سے آگے کوئی مقام نہیں۔ یہ مرتبہ نور ہے بلکہ نور علیٰ نور ہے۔

کما قال اللّٰہ تعالیٰ: اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ۔ یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ (سورۃ نور ۲۴۔ رکوع ۵)

ترجمہ: اللہ نور ہے آسمانوں کا اور زمین کا۔ اور روشنی اوپر روشنی کے راہ دکھاتا ہے اللہ طرف نور اپنے کی جس کو چاہتا ہے۔

لیکن یہاں سعی و کوشش سالک منقطع و جد و جہد معطل و معزول بجز ارادت الٰہی کچھ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ سلوک منزل و قطع مراحل عارف الوجود کی شہادت شہید اکمک ختم ہو چکی۔ اب تو محض سبحانہٗ تعالیٰ کے فضل و کرم کا امیدوار ہے۔ خواہ وہ محبوب بنائے یا عاشق رکھے۔ البتہ یہ بات ملحوظ خاطر ہے کہ نظر دو قسم کی ہے۔

۱۔ نظر ظاہری ۲۔ نظر باطنی

نظر ظاہری: جو اس خاکی ظاہری کے متعلق ہے اور یہ مسکین و حقیر و فقیر و محتاج ہے۔

نظر باطنی: یہ جسم میں جا بجا سیر کرتی رہتی ہے۔

پس عارف الوجود مشابہ نظر ظاہری کے ہے۔

واحد الوجود بمنزلہ نظر باطنی کے ہے۔

اب عارف الوجود کو بجز اس کے کچھ اختیار نہیں کہ وہ عجز و انکسار و عبادات و مناجات بدرگاہ واحد الوجود کرے تاکہ بعنایات و الطاف خود جذب اور اپنے

عارف الوجود، واحد الوجود بحسب موجود پائے جاتے ہیں۔ اور بالخصوص وجود انسانی میں جو مظہر ذات وصفات الٰہی ہے اظہر من الشمس عیاں ونمایاں ہیں۔ اس لیے یہی وجود عنصری انسانی واجبہ مامور بہ تحصیل عرفان ہوا ہے : وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ اے لِیَعْرِفُوْنَ اس پر دلیل بین ہے۔ (سورۃ الذاریات ۵۱ رکوع ۳)

جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ ہر ایک وجود عنصری میں یہ چاروں وجود مذکورہ بالا مضمر ہیں۔ تو ہر ایک لازم الوجود عنصری پر لازم ہے کہ اپنے وجود میں طلب یافت ذات حق کرے کہ یہ وجودات خمسہ ایک دوسرے کے عین ہیں۔ ہر ایک وجود میں اپنی ذات کو دیکھے اور اپنے وجود میں ہر ایک کا ملاحظہ کرے البتہ پیر کامل کی تعلیم کی ضرورت ہے۔

وجدان دوئم : توحید و قرب اور اس کی علامت بے نیازی ہے کہ سالک مرتبہ توحید و قرب واجب الوجود میں پہنچتا ہے تو صفت بے نیازی ذات حق اس پر غلبہ کرتی ہے اور سالک سب سے بے نیاز ہو جاتا ہے اَلْفَقِیْرُ لَا یَحْتَاجُ اِلٰی نَفْسِہٖ وَلَا اِلٰی رَبِّہٖ اسی مقام کا بیان ہے۔ یہ منزل قرب تمام منازل سے افضل و اعلیٰ تر ہے کہ ذات حق سالک پر اپنی استغنائی کی تجلی مبذول فرماتی ہے یہ عکس معراج نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ سالک کو اسی مقام پر علم اولین و آخرین حاصل و ذکر خفی نصیب ہوتا ہے۔ یہ مقام عارف الوجود کی انتہا و واحد الوجود کی ابتدا ہے۔

ذکر خفی یعنی فراموشی یعنی محبوب وصال میں فنا ہونے کا نام ہے۔ اور ذکر پانچ قسم کے ہیں

۱۔ ذاتی ۲۔ قلبی ۳۔ روحی ۴۔ ستری ۵۔ خفی

۱. تعلقہ ۲۔ وسوسہ ۳۔ مشاہدہ ۴۔ معائنہ ۵۔ معانیہ

تعلقہ : جب کوئی دُور افتادہ عاشق اپنے مُسافر معشوق کا زبانی ذکر کرتا ہے تو اس کو تعلقہ کہتے ہیں

وسوسہ : جب اس کے آنے کی خبر سن کر دل میں سوچتا ہے تو اس کو وسوسہ کہتے ہیں۔

مشاہدہ : جب قریب سے دیکھ لیتا ہے تو اس کو مشاہدہ روحی کہتے ہیں

معائنہ : جب ہمکلام ہوتا ہے تو اس کو معائنہ سری کہتے ہیں۔

معانیہ : وصال میں سب کی فراموشی اور اپنی فنا کا نام ذکر خفی و معانیہ ہے۔

وجدانِ سوم : یہ نور ہے یعنی اس مقام پر سالک ہر ذرہ میں نور ذات حق دیکھتا ہے اور اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کا مشاہدہ کرتا ہے۔

وجدانِ چہارم : لباس باعتبار صفات مثلاً کافر، مومن، عابد، زاہد، ولی، عارف، نبی۔ یہ تمام لباس صفاتی ہیں اور ذاتی شے واحد ہے جیسے بادشاہ، وزیر، قاضی، مفتی، لشکری، گدا وغیرہ ہیں۔ ان میں سے ہر ایک شخص لباس صفاتی سے پہچان ہوتا ہے۔ اور میز ہو سکتا ہے اور اگر ان سب کا لباس امتیازی اتار کران کو بالکل برہنہ کر دیا جائے تو کوئی شخص ہرگز یہ تمیز نہیں کر سکتا کہ کون سا ان میں بادشاہ لشکری یا گدا ہے۔

پس سالک جب منزل واحد الوجود میں قدم رکھتا ہے تو یہاں کوئی لباس صفاتی باقی نہیں رہتا۔ نہ اپنا نہ غیر فقط ایک ذات مطلق کا ظہور ہے جو ہمیشہ سے قائم و دائم

ہے۔ سالک آخر فنا، اتم حاصل کرکے باقی بربقاے حق ہو جاتا ہے۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ۔

سے
پس عدم گردم عدم چوں ارغنون
گویدم کانا الیہ راجعون

یعنی پس میں جب بالکل عدم ہی عدم ہو جاؤں گا تو پھر میں باجہ کی طرح کہوں گا بے شک ہم کو اسی کی طرف جانا ہے۔

مثل
راجع آں باشد کہ باز آید بشہر

راجع یعنی واپس آنے والا وہ ہوتا ہے جو کہ شہر میں واپس آتا ہے۔

واحد الوجود نقطہ ذات ہے جس کا بیان محال عقل ہے مگر اہل تصوف نے اس نقطہ ذات کو آٹھ نام سے موسوم کیا ہے

۱۔ مرتبہ واحد الوجود	۲۔ مرتبہ توحید ذاتی
۳۔ مرتبہ خفی	۴۔ مرتبہ قرب
۵۔ مرتبہ نور	۶۔ مرتبہ وراء الوراء
۷۔ مرتبہ احدیت	۸۔ مرتبہ لا اَیْن

پس جو شخص مرتبہ واحد الوجود میں پہنچا اس نے خدا کو شناخت کیا۔ کہ یہاں بجز ذات واحد الوجود کچھ موجود نہیں۔

اور جو کوئی مرتبہ توحید میں آتا ہے وہ جملہ اشیاء عالم میں ذات حق کو دیکھتا ہے مَا رَأَيْتُ شَيْئًا اِلَّا رَأَيْتُ اللّٰهَ فِيْهِ کے یہ معنی ہیں۔

اور جو مرتبہ خفی میں گیا۔ وہ اپنی ذات کو ذات حق میں نفی دیکھتا ہے اور حقائق ذات الٰہی میں ایسا محو و نابود ہو جاتا ہے کہ نہ عبد رہتا ہے نہ معبود۔

اور جس میں عظمت و کمال قدرت پیدا ہو گئی وہ مرتبہ قرب میں پہنچا۔

یہ وہ انتہائی مقام ہے جہاں عشق و عاشق سب کچھ فراموش ہو جاتا ہے۔ بس صرف تمام معشوق ہی ہو جاتا ہے اور وہی سلامت ہے۔ پس نظر ظاہری، نظر باطنی کا پرتو عکس ہے۔ اور وجود جسمانی اضافی کی وجہ سے ایک دوسرے سے جدا معلوم ہوتے ہیں لیکن درحقیقت وہ ایک ہی ذات ہیں جیسے شمع فانوس کہ اس کا نور جو درون فانوس ہے۔ وہی نور بیرون فانوس بھی موجود ہے۔ پس اگر فرق ہے تو اضافت کا اور جب حجاب اضافی بھی منتفی ہو گیا تو پھر وہی ایک نور لاتعین ہے جو پہلے تھا۔ بس! درمیان بندہ و ذات واحد الوجود کے یہی فرق اضافی ہے اور کچھ بھی نہیں۔ جیسے زیور طلائی، جب تعین صوری ٹوٹ گیا تو پھر وہی سونا ہی سونا ہے۔ ؎

جب حباب اپنی گرہ کے بند سے وا ہو گیا
صاف کہتا ہوں حقیقت میں وہ دریا ہو گیا

حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں: اَلْفَرْقُ بَیْنِیْ وَبَیْنَہٗ اَلْعُبُوْدِیَّۃُ یعنی میرے اور خدا کے درمیان فرق عبودیت کا ہے۔

حضرت منصور حلاجؒ کا قول ہے: لَا فَرْقَ بَیْنِیْ وَبَیْنَ رَبِّیْ اِلَّا بِصِفَتَیْنِ صِفَۃُ الذَّاتِیَّۃِ وَصِفَۃُ الْقَائِمِیَّۃِ فَقِیَامُنَا بِہٖ وَذَاتُنَا مِنْہُ یعنی کچھ فرق نہیں میرے اور میرے پروردگار کے درمیان مگر دو صفتوں کے سبب ایک صفت ذاتیہ ایک صفت قائمیہ کے پس ہمارا قیام اس کے ساتھ ہے اور ہماری ذات اس کی ذات ہے۔

حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ لَیْسَ بَیْنِیْ وَبَیْنَہٗ فَرْقٌ اِلَّا اَنِّیْ تَقَدَّمْتُ بِالْعُبُوْدِیَّۃِ یعنی کچھ فرق نہیں میرے اور اس کے درمیان لیکن میں نے تقدیم کی بندگی کی طرف۔

جمالِ چہرۂ ربوبیت بغیر خال عبودیت وصف کمال نہیں رکھتا کیونکہ ربوبیت

بغیر عبودیت کے محال ہے۔ ؎

بے عاشق و عشق حسن معشوق کجاست
تا عاشق و عشق نیست معشوق کجاست
در فتوح اے عشق گرچہ ایں قول خطاست
مشاطۂ حسن یار بے صبری ماست

یعنی بغیر عاشق و معشوق کے حسن و جمال معشوق کہاں ہے۔ اور جب تک عاشق و معشوق کے حسن و جمال معشوق کہاں ہے۔

اگرچہ عشق کے فتویٰ کے لحاظ سے یہ بات خطا اور گستاخی کی ہے کہ حسن دوست کی تمام آرائش کرنے والی باعث کشش ہماری بے صبری ہے

حضرت اویس قرنیؒ کا قول ہے کہ اِذَا تَمَّتْ عُبُوْدِیَّةُ الْعَبْدِ فَیَکُوْنَ عَیْشُہٗ کَعَیْشِ اللّٰہِ تَعَالٰی، یعنی جس وقت عبودیت عبد تمام ہوئی پس اس کی عیش مانند عیش اللہ تعالیٰ کے ہو جاتی ہے۔ عبودیت تمام اس وقت ہوتی ہے جب تحقیر و توقیر برابر ہو جائے بلکہ جو کچھ خدا کے لیے ہو بندہ میں اس کا ظہور ہو۔ ہر گاہ قطرہ دریا میں مل کر فنا ہو گیا اور تعین نیست و نابود۔ پس عیش دریا، عین عیش قطرہ ہے۔ اسی لیے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہمیشہ تشہد میں دعا مانگا کرتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ مَسِیْحِ الدَّجَّالِ یعنی اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں تیرے ساتھ عذاب قبر سے اور پناہ مانگتا ہوں تیرے ساتھ دجال یک چشم سے۔

قبر سے مراد قید جسمانی و بشری ہے۔ اور دجال نفس امارہ سے ہے اور نفس امارہ کو یک چشم اس لیے کہا گیا ہے کہ اس کی توجہ ظاہر کی طرف متوجہ ہوتی ہے باطن کی طرف متوجہ نہیں ہوتی۔ جب انسان اس مقام میں پہنچ جاتا ہے اور حجاب دار گرہ

تعین کی توڑ دیتا ہے۔ تو بس بجز ذات کچھ باقی نہیں رہتا۔

جاننا چاہیے کہ :

معشوق ہاہوت یعنی ذات بحت میں ہے۔

عاشق لاہوت میں ہے

عارف جبروت میں ہے

واصف ملکوت میں ہے

واقف ناسوت میں ہے

یہ نزول ہے

در عروج میں جب واقف وقوف پاتا ہے۔ تو

وصف میں آتا ہے

وصف سے عرفان میں

عرفان سے معارف میں

معارف سے رویت میں

رویت عاشق بناتی ہے۔

اور جب عاشق ہوتا ہے تو اپنے آپ ہی کو پاتا ہے پس ناگاہ تعین گاہ وحدت سے تیغ عشق سے :

ایں عشق نہ جائے کارسازی است
کشش داد کہ تیغ بے نیازی است

یہ عشق کسی کارسازی و تدبیر کا مقام نہیں ہے۔ خبردار! اور ہوش قائم رکھو۔ کہ یہاں بس شان بے نیازی کی تلوار ہی چلتی ہے۔ اور جب چمکتی ہے ماسوی المحبوب سب کو تو ضرب فنا چکھاتی ہے۔ بجز معشوق کچھ باقی نہیں رہتا۔ یعنی عاشق و عشق دونوں

معشوق میں فنا ہو جاتے ہیں۔

پس کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًّا مراد ہاہوت سے ہے

اور فَاَحْبَبْتُ مراد لاہوت سے

اور اَنْ اُعْرَفَ مراد جبروت سے

اور فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ عبارت ملکوت و ناسوت سے ہے

بیت
تو مباش اصلا کمال اینست و بس
تو در و گم شو وصال اینست و بس

یعنی تو بالکل باقی نہ رہ بس یہی کمال ہے اور تو اندر گم ہو جا بس یہی تیرا وصال ہے

سلطان عشق کے چار تخت ہیں۔

۱۔ لاہوت ۲۔ جبروت ۳۔ ملکوت ۴۔ ناسوت

لاہوت سے مراد سِر یعنی نُور

جبروت سے مراد روح

ملکوت سے مراد دل

ناسوت سے مراد جسم

پس تن یعنی جسم خدمت میں دل کے

اور دل محبت میں رُوح کے

اور رُوح قربت میں سِر کے

اور سِر وصال خدا میں ہے۔

جو وحدت بے کثرت ہے۔ وہ منزل خاص الخاص ہے

جو وحدت باکثرت ہے وہ مقام خاص کا ہے۔

جو کثرت بے وحدت ہے۔ وہ منزل عام کی ہے۔

پس خاص الخاص مقام محض امن واماں میں ہے اور خاص مقام حیرانی میں اور عام نادانی میں ہے۔

علم الیقین مقام طالبوں کا ہے اور واصلوں کو موت نہیں کہ باقی بحق ہیں ؎

ہرگز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

وہ کبھی نہیں مرتا جس کا دل عشق حقیقی سے زندہ ہے۔ اسی لیے کتاب عالم کے اوراق پر ہمیشہ کے لیے ہمارا نام ثبت و باقی ہے اور مرتبہ واحد الوجود کو باعتبارات کے توحید ذاتی، مرتبہ ذکر خفی۔ مرتبہ نور، مرتبہ قرب، مرتبہ وراء الوراء، مرتبہ احدیت، مرتبہ لاتعین کہتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

صورت مراقبہ: پہلے بیان ہو چکا ہے کہ عارف الوجود وہ ہے جو اپنے وجود پر دانا ہو۔ یعنی وہ ہستی جو دانائے خود ہے اور ہماری تمام ہستیوں سے منزہ ہے۔ اور اپنی ہستی میں قیام رکھتا ہے اور نامتناہی ہے اور واجب وممکن وممتنع اس کے ساتھ قائم اور اس کی طرف محتاج ہیں اور وہ ان سب سے مستغنی ہے اور یہ وجود اپنے ماتحت کی نسبت متصل باطلاق ہے۔ یعنی اس وجود کا اطلاق مماثل ومشابہ اطلاق اور تمام ہستیوں سے منزہ ومقدس ہے۔ اسی اعتبار سے مرتبہ وراء الوراء ہے۔

وراء الوراء: مخفی نہ رہے کہ وراء الوراء ایک مکان ہے اور تمام مکان اس کے پرتوہ سے ظہور میں آتے ہیں اور مکان اس کو کہتے ہیں جس میں صورت و شکل قرار پکڑے اور نمودار ہو یعنی مکان بمعنی بُودن ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے جس کو پیدا کیا ہے وہ ایک مکان ہے یعنی آب، اشیاء آتشی کا مکان ہے اور باد، اشیاء بادی کا مکان ہے۔ اور خاک، اشیاء خاکی کا مکان ہے۔ پس یہ عناصر بھی خود بخود ایک دوسرے کے مکان و مکیں ہو گئے ہیں۔

صفا ، مکان باد
باد ، مکان آتش
آتش ، مکان خاک
خاک ، مکان آب

یعنی جو چیز جس میں قرار پائے وہ اس کا مکان ہے پس ہر شے کو مکان ایک اسم کے ساتھ موسوم ہو گیا ہے ۔ مثلاً صفا ، ہوا ، مکان ، لامکان اور وراء الوراء اس حضرت کا بطون ہے کہ تمام قابلیات اسماء و صفات الہٰی اس میں مستقر ہیں اور وہ مظہر و مکان اعیان ثابتہ کا ہے ۔

اے سالک ذات الہٰی کا بھی ایک مکان ہے جس کو وراء الوراء کہتے ہیں اور یہ وراء الوراء صفات الہٰی کا ہیولا ہے کہ جمیع صفات اس میں ظاہر ہیں اور وراء الوراء کے پرتو سے لامکاں پیدا ہوا ہے کہ مکان اس کی صورت ہے اور صفا سے پیدا ہوئی ہے اور ہوا مظہر مرآۃ لازم الوجود ہے کہ لازم الوجود ہوا میں ظاہر ہے ۔ اور یہ ہوا وہ ہے کہ تمام جسمانیات عرش سے فرش تک اور سمک سے سماک تک اور اعلیٰ علیین سے اسفل السافلین تک اس میں ظاہر و ہویدا ہے ۔ ان حضرات صوفیائے کرام علیہم الرضوان کے نزدیک وراء الوراء جمیع ہیولات کا ہیولا ہے ۔

اس لیے کہ لامکان ، وراء الوراء کے پرتو سے ظہور میں آیا ہے پس وراء الوراء ایک مکان ہوا ۔

علیٰ ہذا القیاس جمیع مراتبات قابلیت حسب مراتب ایک دوسرے کے لیے مظہر و مسکن ہیں فَاعْرِف پس سالک کو چاہیے کہ ایک کا تماشہ دوسرے میں دیکھے مثلاً صفا کو ہوا میں ، مکان کو لامکاں میں ، لامکاں کو وراء الوراء میں ۔

بلکہ ہمیشہ وراء الوراء کے مطالعہ و مشاہدہ میں رہے اور مرتبہ کا کمال حاصل کرے

اگر سالک نے یہاں دنیا میں یہ مرتبہ نہ پایا۔۔ حاصل نہ کیا، تو پھر کب کریگا؟ اتحصیل کمال اسی مرتبہ میں ہے

اے سالک جو شخص دارالورا میں پہنچ گیا پس وہ احدیت ذات میں مل گیا۔

یہ مرتبہ واجب الوجود ہے۔ ازل الآزال میں اس کے سوا کسی شئے کا وجود نہ تھا اور نایاب ہے۔ اور یہ وہ ہے کہ جس کا نام نامی وجود مطلق احدیت ہے۔ ١٨

پس مناسب ہے کہ طالب صادق مکمل توجہ اپنے مُرشد کی طرف رکھے تاکہ اس مرتبہ کو پا سکے۔

اللہ بس باقی ہوس

بیانِ نمازِ خمسہ

صوفیائے کرام رضوان اللہ علیہم پانچ وجودوں میں سے ہر ایک کی استعداد کے مطابق پانچ جداگانہ طریق پر ذکر کرتے ہیں اور وہ اس طرح پر ہے :

(۱) اَلشَّرِیْعَتُ اَقْوَالِیْ یعنی شریعت میرا قول ہے۔

طریقِ ذکر ذِکْرُ اللِّسَانِ لَقْلَقَۃٌ۔ زبانی ذکر لقلقہ ہے۔ یہ سیر ناسوتی عالموں کی راہِ استقامت ہے اور عنصری ناسوتی واجب الوجود کی دائمی نماز ہے ــــــ !

(۲) وَالطَّرِیْقَتُ اَفْعَالِیْ یعنی طریقت میرا فعل ہے۔

طریقِ ذکر۔ ذِکْرُ الْقَلْبِ وَسْوَسَۃٌ دل ذکر وسوسہ ہے۔ یہ سیر ملکوتی زاہدوں کی راہِ استقامت ہے اور یہ ممکن الوجود ملکوتی مثال کی دائمی نماز ہے۔

(۳) وَالْحَقِیْقَتُ اَحْوَالِیْ یعنی حقیقت میرا حال ہے

طریقِ ذکر۔ ذِکْرُ الرُّوْحِ مُشَاھِدَۃٌ ذکر روحی مشاہدہ ہوتا ہے۔ یہ سیر جبروتی عاشقوں کی راہِ استقامت ہے اور ممتنع الوجود جبروتی نورانی کی دائمی نماز ہے۔

(۴) وَالْمَعْرِفَتُ سِرِّیْ یعنی معرفت میرا بھید ہے۔

طریقِ ذکر۔ ذِکْرُ السِّرِّیْ مُعَایِنَۃٌ سری ذکر معاینت کرنا ہے یہ سیر لاہوتی واصلوں کی راہِ استقامت ہے۔ اور یہ عارف الوجود لاہوتی کی دائمی نماز ہے

(۵) مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ بِالْفَنَآءِ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ بِالْبَقَاءِ جس نے

اپنے نفس کو فنا سے پہچانا، اس نے اپنے رب کو بقا سے پہچانا تو اس پر اَلْفَقْرُ لَا يَحْتَاجُ عَلَى اللهِ یعنی فقیر اللہ کا بھی محتاج نہیں ہوتا وارد ہو جاتا ہے۔ شغل نوری بقاء باللہ ہے۔

طریق ذکر۔ ذِكْرُ الْخَفِيِّ مُعَايَنَةٌ ذکر خفی محو در محو اور فنا در فنا ہوتا ہے یہ سیر باہوتی، بے خدا و بے واصلوں کی راہ استقامت ہے اور یہ واحد الوجود باہوتی کی دائمی نماز ہے۔

ان پانچ وجودات میں سے اگر کوئی درویش اپنی نماز کی مشغولی رکھتا ہے تو اس کو بے نماز کہنا درست نہیں کیونکہ ذکر لسانی سے ذکر قلبی ہزار درجہ افضل ہے اور ذکر قلبی سے ذکر روحی ہزار درجہ افضل ہے اور ذکر سری سے ذکر خفی ہزار درجہ افضل ہے۔

نماز دو قسم کی ہوتی ہے۔

اول یہ کہ جس میں وقت تعین اور رکوع و سجود کی شرط ہے جیسے نماز پنجگانہ۔ اگر اس نماز کے نمازی نے اَنْ تَعْبُدَ اللهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ کو دل میں قائم کر کے نماز ادا کی، یعنی مشاہدہ و مراقبہ کے ساتھ تو بے شک یہ نماز مقبول اور موجب فلاح دارین ہے اور جس کی نماز اس شان کی نہیں تو بقول شخصے "نیکی برباد گناہ لازم" اگر نماز پنجگانہ بغیر مشاہدہ و مراقبہ کے ہے۔ تو وہ بے سود اور برباد ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے۔ لَا صَلٰوةَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ یعنی حضوری قلب کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ اور اگر بطور مراقبہ کے نماز کو ادا کیا تو حضور قلب ہوا اَلصَّلٰوةُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِيْنَ، یعنی نماز مومنوں کی معراج ہے۔ اگر مشاہدہ کے ساتھ نماز کو ادا کیا تو معراج سے مشرف ہوا۔

بقول اقبالؒ ؎

اک نکتہ میرے پاس ہے شمشیر کی مانند
بُرندہ و صیقل زدہ و روشن و براق
کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان گم اس میں ہیں آفاق

عبادات اور مذہبی رُو سے طاعات کا منشاء و مقصد یہی ہے کہ انسان کی عملی و کرداری زندگی میں ایمان و اسلام کے اوصاف نمایاں ہوں۔ نماز کی فلاسفی اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہم زندگی کے راستے پر بھلائی کی راہ اختیار کرنے والے بن جائیں۔ ہمارے اوضاع و اطوار آراستہ اور پسندیدہ ہو جائیں۔ اور ہم یکجہتی، اخلاص، انصاف و احسان، صلہ رحم، جدوجہد اور ایثار نفس جیسے پاکیزہ جذبات اور کریمانہ اوصاف سے بہرہ ور ہوں۔

إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ ۝ (عنکبوت ۲۹ رکوع ۵) بے شک نماز ہر قسم کی برائیوں، خرابیوں، ناپسندیدہ افعال اور قابلِ نفرت اعمال سے روکتی ہے۔

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ (ماعون ۱۰۷ رکوع ۱) پس ان نمازیوں کے لیے وائے ہے جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں۔

یہاں ایسے لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جو نماز پڑھنے اور ٹھیک طور پر ادا کرنے کے باعث نمازی تو کہلاتے ہیں لیکن حقیقت صلوٰۃ سے بے خبر رہنے کی وجہ سے بھلائی کی راہ فراموش کیے ہوئے اور پسندیدہ اطوار زندگی اختیار کرنے سے غافل ہیں۔

الَّذِيْنَ هُمْ يُرَاءُوْنَ (سورۃ ماعون ۱۰۷) ظاہری حرکات و سکنات: قیام رکوع، سجود یہ تمام چیزیں جنھیں لوگ دیکھ سکیں، ادا کر کے سمجھ لیتے ہیں کہ فریضہ صلوٰۃ کی ادائیگی ہو گئی۔ لیکن نماز کے صحیح مقصد اور غرض و غایت کو بھولے ہو۔

ترا امام بے حضور، تیری نماز بے سرور
ایسی نماز سے گزر، ایسے امام سے گزر ۔۔۔۔ اقبال

صلوٰۃ دائمی

یہ دوسری قسم کی نماز ہے۔ اذکار الٰہی میں سے ایک ذکر کا نام ہے۔ اور یہ ذکر باسم ذات کیا جاتا ہے، اس نماز میں تعینِ وقت اور رکوع وسجود، قیام وقعود وغیرہ کی شرط نہیں ہے اس نماز کا نمازی بلا تعینِ وقت اور بغیر رکوع وسجود ہر وقت نماز میں مشغول رہتا ہے۔ اس نماز کو ذکر اللہ و دائمی کہتے ہیں اور اسی کا نام صلوٰۃِ دائمی ہے۔ یہ نماز تمام عبادات سے افضل و بہتر شمار کی گئی ہے ؎

جو خاص بندے ہیں وہ بندہ عوام نہیں
ہزار بار جو یوسف بکے غلام نہیں

سجود کرنا اور منہ پھیرنا ہیں مانع دل
نمازِ عشق میں دم بھر کہیں قیام نہیں

نماز شرع میں ہے اٹھنا بیٹھنا لازم
نماز عشق میں سجدہ نہیں سلام نہیں

نماز پڑھتے ہیں ہر وقت اس طرح عاشق
ہے دل میں ذکر زبان پر کسی کا نام نہیں

نہیں ہے اس میں کہیں بھی تلاش کعبہ کی
خیال صبح نہیں انتظارِ شام نہیں

ذکر الٰہی جمیع اعمال حسنہ پر بدرجہا فضیلت رکھتا ہے صوفیائے کرام ذکر اللہ دائمی کو صلوٰۃِ دائمی ارشاد فرماتے ہیں، اور دائمی نماز میں زیادہ خوبی کی ایک

بات یقینی ہے کہ اس نماز کے نمازی کا قلب کبھی خدا سے غافل نہیں رہتا۔
اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِھِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (آیت ۱۹۱ سورۃ آلِ عمران ۳، رکوع ۲۰) وہ لوگ اللہ کا ذکر کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہوئے، اور فکر کرتے ہیں بیچ پیدائش زمین و آسمان کے، گویا وقت فراغت نہیں ہر وقت ذکر میں مشغول ہیں اس لیے مومنوں کے دل بہ نسبت دیگر لوگوں کے مطمئن ہوتے ہیں۔ وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ (آیت ۹۹ پارہ ۱۴ سورۃ الحجر ۱۶ رکوع ۶) ذکر کر اپنے رب کا یہاں تک کہ تجھے موت آجائے۔ مرتے دم تک اللہ کا ذکر فراموش نہ کر۔ اہل تصوف نے اس ذکر کا نام صلوٰۃ دائمی رکھا ہے۔

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُھُمْ بِذِکْرِ اللّٰہِ ؕ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ﴿۲۸﴾ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰی لَھُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ ﴿۲۹﴾ (پارہ ۱۳ سورۃ رعد ۱۳ رکوع ۱۰) جو لوگ ایمان لائے ان کے دل اللہ کی یاد سے آرام پاتے ہیں۔ اس بات کو خوب یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں ہی دل کو اطمینان ہے جو لوگ ایمان لائے اور اللہ کو یاد کیا ان کے لیے خوشخبری ہے کیوں کہ اللہ کے پاس ان کا مقام ہوگا جس سے بڑھ کر اور کوئی اچھا مقام نہیں۔

اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہر رنج و غم سے آزاد کر دینے والا ہے۔ ایسی کوئی چیز دو جہاں میں آرام دہ نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے ؎

روح کو تازگی ملے دل سکوں نواز ہو
اگر حریم ناز میں آنکھوں پہ سر نماز ہو

سنو! سنو!! اور یاد رکھو!!!

ایک اہل دل مسجد سے نکل کر شراب خانہ میں گیا۔

اسی وجہ سے ایک اہل دل نے علمائے ظاہر کی مسجدوں میں یاد کر مقصود پاکر پیر مغاں کا دروازہ کھٹکھٹایا اور عرض کی ؎

باشد کہ دریں میکدہ با دریا بیم
آں نور کہ در صومعہ گم کردیم!

یعنی امید ہے کہ نور شراب خانہ (شراب خانہ سے مراد مرشد کامل کا گھر ہے) سے مل جائے گا جو کہ ہم نے مسجدوں میں گم کر دیا ہے۔ قرآن کریم میں صلوٰۃ کا لفظ جہاں کہیں بھی آیا ہے۔ اقامت کے صیغوں کے ساتھ آیا ہے۔ عربی میں اقامت کے یہ معنی ہیں کہ کسی کام کو اس کی تمام و کمال شرائط و حدود کے ساتھ سرانجام دیا جائے۔ نماز وہ عبادت ہے کہ جسے کہ ایک مسلمان کسی بھی صورت میں چھوڑنے کا مجاز نہیں کیونکہ مسلم اور غیر مسلم میں فرق ہی نماز ہے یعنی جس نے پڑھی وہ مسلمان اور جس نے نہ پڑھی وہ غیر مسلم۔

نماز کے اوصاف و پہچان

پھر نماز کے اوصاف و پہچان میں وارد ہے کہ وہ بُرے کاموں سے روکتی ہے اس سے ثابت ہوا کہ جو شخص نماز پڑھ کر بھی بُرے کام کرے اس کی نماز وہ نہیں کہ جس کا حکم ہے۔

اب انصاف ناظرین پر ہے کہ کتنے مسلمان ہیں جو نماز پڑھتے ہیں اور بُرے کام نہیں کرتے؟ بلکہ گستاخی معاف، ہمارا تو ذاتی تلخ تجربہ ہے کہ نمازیوں کا غصہ چڑچڑا پن، ہٹ دھرمی، بے رحمی، سخت کلامی، سخت دلی بے نمازیوں سے

۔۔ بن جاتی ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ صرف رسمی سجدے دے چھوڑنا ہی دینی و دنیوی جملہ فرائض و ذمہ داریوں سے بری الذمہ کر دیتا ہے۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے کیوں کہ ریا، نمائش، ضد اور رنج و غصہ کی نماز بہشت کی بجائے دوزخ میں لے جاتی ہے۔

حکم

کلید در دوزخ است آں نماز

کہ در چشم مردم گزاری دراز

دل نشد ہرگز خلاص از حرص و آز

گہ نکردی از حضوری دل نماز

ترجمہ: دل کبھی خواہشات سے پاک اور خالی نہ کیا، کبھی دل حاضر کر کے نماز نہ پڑھی

گہ نہ کردی سجدے از روئے نماز

تا شود در ہائے رحمت بر تو باز

ترجمہ: عاجزی سے کبھی تو نے خدا کو سجدہ نہ کیا اگر کرتا تو خدا کی رحمت کے دروازے تیرے لیے کھل جاتے۔

میکنی طاعت تو از بہر ریا

گہ نہ کردی سجدہ از بہر خدا

ترجمہ: تو دکھاوے کے لیے عبادت کرتا ہے۔ اللہ کی رضامندی کے لیے کبھی ایک سجدہ بھی نہ کیا۔

صد تمنا در دل اے بوالفضول

کے کند نورِ خدا در وے نزول

ترجمہ: ہزارہا خواہشات تیرے دل میں جاگزیں ہیں اے بیوقوف تیرے دل میں خدا کا نور کس طرح نازل ہو سکتا ہے۔

کافر و مومن خدا گویند لیک — درمیان ہر دو فرق ہست نیک

ترجمہ: کافر اور مومن دونوں خدا کو یاد کرتے ہیں لیکن دونوں کے یاد کرنے میں بڑا فرق ہے۔

؎

آں گدا گوید خدا از بہرِ نان

متقی گوید خدا از عین جان

ترجمہ: عام لوگ خدا کو روٹی کے لیے یاد کرتے ہیں۔ خاص لوگ خدا کو دلی محبت سے یاد کرتے ہیں۔

؎

اللہ اللہ مے کُنی از بہرِ نان

بے طمع پیشِ اُو اللہ بخواں

ترجمہ: صرف روٹی کے لیے خدا کو یاد نہ کر، بے طمع ہو کر خدا کو یاد کر۔

لہذا ضروری ہے کہ جو مسلمان نماز نہیں پڑھتے وہ پڑھیں، اور جو نماز پڑھتے ہیں وہ اللہ کی یعنی وہ نماز پڑھیں جس کا شرع شریف نے حکم دیا ہے۔ اگر ایسا نہ کیا جائے اور انسان نماز پڑھ کر بھی بُرے کاموں دھوکہ دہی، گلہ، شکوہ، زنا، حسد اور بُخل وغیرہ اوصاف ذمیمہ سے باز نہ آئے تو اس کی نماز، نمازِ شمر سے کم قیمت نہیں رکھتی۔

اب رہا یہ سوال کہ شمر کی نماز کیسی تھی؟ سُنیئے: کتب تاریخ میں یہ وارد ہے کہ جب شمر علیہ لعنت سے امام حسین علیہ السلام نے کہا کہ مجھے دو نفل پڑھنے کی مہلت دے تو اس نے کہا جلدی کیجئے کیوں کہ تمہارا سر کاٹنے کے بعد میں نے نماز جمعہ پڑھنی ہے۔ گویا کہ اپنا ایمان ضائع کر کے اور کافر ہو کر نماز پڑھنی ہے۔

خدا کی ہزار ہزار لعنت ایسے نمازیوں پر جو خدا اور رسول ؐ کے احکام کی پروا نہیں کرتے جن کی عزت و احترام کا حکم ہے ان کی بے ادبی کرنا معمولی بات سمجھتے ہیں۔

؎

رسم و رواج سمجھ کر تو نے ادا نماز کی
سمجھی یہ نہ کہ اسکا راز ہے کیا نماز میں

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ۭ حَتّٰٓي اِذَا جَاۗءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَـيْـــًٔـا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ؀ (پارہ ۱۸ سورۃ نور ۲۴ رکوع ۵)

جو لوگ منکر ہوئے اللہ اور اللہ والوں کے انھوں نے کفر اختیار کیا، اُن کے جمیع اعمال سراب کی مانند ہیں۔ جو دور سے پانی معلوم ہوتا ہے۔ جب پیاسا اس کے پاس جاتا ہے تو وہ پانی نہیں ہوتا بلکہ شور کلر ہوتا ہے جو پیاس کو تیز کر دیتا ہے۔ ایسی عبادت کوئی فائدہ نہ دے گی۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰۗىِٕكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ؀ (پارہ ۲۸ سورۃ تحریم ۶۶ رکوع ۱)

اے ایمان لانے والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو اس آگ سے بچاؤ، جس کا ایندھن پتھر اور انسان ہوں گے اور اس آگ میں ڈالنے کے لیے جو فرشتے مقرر ہیں وہ کسی پر مطلق رحم نہیں کرتے بلکہ ان کو جو حکم خداوندی ہوتا ہے وہی ظہور میں آتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ؀

(پارہ ۲۸، سورہ منافقون ۶۳ رکوع ۲)

اے ایمان والو! نہ غافل کریں تم کو تمھارے مال اور تمھاری اولاد خدا کی یاد سے اور جو کوئی یہ کام کرے پس وہ خسارہ پانے والوں سے ہے۔

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰىۙ ۴۰
فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰىؕ ۴۱ (پارہ ۳۰ سورۃ نازعات رکوع ۲) اور
جو شخص یہ خیال کر کے گناہ سے بچ گیا کہ اس گناہ کی خدا کے رُوبرو میری
جواب طلبی ہو گی وہ شخص جنت میں جائے گا۔

لندے چڑھدے حکم حکومت فوج کروڑاں لکھاں
جے نہ بندگی رب دی کیتی سڑ جاؤ واُنگوں ککھاں
لُٹ لے جے توں لُٹ سکیں ایہہ ربدے ناں دی لُٹ!
نہیں کم کسے پچھتاوناں جد ساہ جان کے کُھٹ!

اِلَّا الْمُصَلِّيْنَۙ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ۙ
(پارہ ۲۹ سورۃ المعارج ۷۰، رکوع ۱) جو ہمیشہ دائمی نماز میں ہیں ان کے دل
میں کوئی بھلائی اور برائی جنبش نہیں دے سکتی۔

پس اگر اس نماز سے نماز پنجگانہ مراد ہے تو اس نماز کے نمازی کی حالت قلبی
برائی اور بھلائی کے پہنچنے پر قائم رہنی چاہیے حالانکہ قائم نہیں رہتی یعنی نماز بھی پڑھ لیتے
ہیں اور بے حیائی اور بدکرداری سے بھی باز نہیں آتے معلوم ہوا کہ اطمینان قلب
نہیں ہوتا۔ اس سے ثابت ہوا کہ نماز پنجگانہ کے علاوہ کوئی اور بھی نماز ہے جس
کے نمازی کی حالت قلبی ہر دو حال میں اپنی حالت پر قائم رہتی ہے۔

صلوٰۃ الوسطیٰ اور دل

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ
قٰنِتِيْنَ ۲۳۸ (پارہ ۲ سورۃ بقرہ ۲ رکوع ۳۱)

ترجمہ: محافظت کرو اوپر سب نمازوں کے اور نماز درمیانی پر، اور کھڑے رہو واسطے اللہ کے حالت خاموشی میں۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوَارِثُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ۭ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ (پارہ ۱۸ سورہ المومنون ۲۳ رکوع ۱) جو لوگ اپنی نمازوں کی نگہبانی کرتے ہیں وہ بہشت کے وارث ہیں، وہ بہشت بریں میں ہمیشہ رہیں گے۔

قلب وہ چیز ہے جو شرفِ مرتبت و شرفِ محل ہر حیثیت سے انسان کے وسطِ جسم میں واقع ہے۔ یہ روح اور جسم میں ٹھیک درمیان کی حالت رکھتا ہے گویا نمازِ وسطیٰ کی محافظت کا حکم دیتے ہوئے یہ کہا گیا ہے کہ نماز میں اور نماز کے بعد ہر حالت میں قلب کو ہمیشہ پروردگارِ عالم کی شہود حاصل رہے۔ وسطیٰ وہی نماز ہوگی جو فضل و شرف میں سب پر فائق ہو۔ اسی نماز جو دینی و دنیوی ترقیوں کی بہترین تحریک اپنے اندر رکھتی ہے۔ یہی نماز جس کو قرآن کریم کی اصطلاح میں وسطیٰ کا نام دیا گیا اور اس کی محافظت کی تاکید کی گئی تاکہ قلب کو صفائی و اطمینان حاصل ہو۔

نگہبانی سے مراد مشاہدہ ہے۔ جیسا کہ حکم ہے ذِكْرُ الرُّوْحِ مُشَاهَدَةٌ یعنی روح کا ذکر مشاہدہ ہے جو پہلے بیان ہو چکا ہے۔

حدیث شریف: قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى وُجُوْهِكُمْ وَ اَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنْ يَّنْظُرُ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَ اَعْمَالِكُمْ

رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا تحقیق اللہ تعالیٰ تمہارے منہ اور مال و دولت نہیں دیکھے گا۔ بلکہ قیامت کے دن تمہارے دل اور اعمال دیکھے گا۔ ؎

ہر کہ زنگیست بر برآتِ دل   دل شود زیں زنگہا خوار و خجل

ہر گناہ سے شیشۂ دل پر زنگار چڑھ جاتا ہے اور گند سے دل خراب ہو جاتا ہے

؎ تا دلت آئینہ گردد تا صور
اندروں آئند بیچ و سیم بر

جس وقت دل ذکر الٰہی سے صاف ہو گا تو اس میں معشوق کا چہرہ نظر آئیگا۔

؎ صیقلِ عشق است گردد دست حق
تا ازو روشن شود دل را ورق

دل کے صاف کرنے کے لیے عشق کی ضرورت ہے تاکہ دل کا ورق روشن ہو جائے

؎ تا بہ بینی آنچہ مے جوئی عیاں
در درونِ دل نہاں بینی عیاں

جب دل صاف ہو گیا تو جو چیز تو باہر تلاش کرتا ہے وہ دل میں نظر آنی شروع ہو جائے گی۔

مجھے رازِ دو عالم دل کا آئینہ دکھاتا ہے
وہی کہتا ہوں جو کچھ سامنے آنکھوں کے آتا ہے
اقبال

نماز کی غرض و غایت طہارتِ نفس ہے

نماز کی غرض و غایت طہارتِ نفس ہے جو خواہشاتِ نفسانیہ اور منکرات سے روکے، اور انسان کی زندگی کو پاک و ستھرا بنا دے۔ جس نماز سے یہ خصوصیت حاصل نہ ہو، وہ نماز، نماز ہی نہیں بلکہ مشرکین قریش کی نماز جیسی ہے جو انسان کو دوزخ میں لے جانے والی ہے۔

لَا تُقْبَلُ الصَّلٰوةُ بِغَيْرِ طُهُوْرٍ هُمْ ط

طہارت کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

طہارت بمعنی پاکیزگی اور سب سے بڑی پاکیزگی دل کی ہے۔ جب دل بغض، حسد، کینہ، غیبت، بہتان، ترش روئی، بدعہدی، طمع، خود غرضی، بے انصافی، ریاکاری، مکروفریب اور طرح طرح کے فسادات سے بھرے ہوتے ہوں ارادے خراب اور نیتیں مضمحل ہوں، معاملات میں سچائی، کردار میں درستگی، وعدہ ایفائی اور دیانت داری نہ ہو تو نمازیں زندگی کی روشنی اور ایمان کی حقیقی راحت کا کیا موجب ہو سکتی ہیں۔ فواحش سے بچنا اور رذائل سے اجتناب کرنا گویا اپنی نمازوں کی حفاظت کرنا ہے۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ العمارج

وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

اَلْمَرْءُ تَعْرِفُ بِالْمُعَامَلَةِ لَيْسَ بِالصَّوْمِ وَالصَّلٰوةِ

فرمانِ امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ

" انسان کی پہچان اس کے معاملات سے ہے نہ کہ نماز اور روزہ سے۔

لَا صَلٰوةَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ: حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تک

دل حاضر نہ ہو نماز کوئی معنی نہیں رکھتی۔ مسمّیٰ پیشِ نظر نہ ہو اور زبان سے صرف اسم پڑھنے کا خیال رہے تو حقیقت کے مشاہدہ سے محرومی ہوگی۔

حدیث شریف میں اسی مشاہدہ کا نام احسان ہے۔

الاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ وان لم تکن تراہ فانہ یراک۔

احسان (نیکی) یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت اس طرح کرے گویا کہ تو اُسے اپنے سامنے دیکھ رہا ہے۔ اور اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا تو اس طرح دھیان کرے کہ گویا، وہ تو تجھے ضرور دیکھ رہا ہے۔

دلے در سینہ دارم بے حضورے
نہ سوزے در کفِ خاکم نہ نورے
بگیر از من کہ بر من بار دوش است
ثواب ایں نمازے بے حضورے (اقبال)

جب دل پراگندہ ہوں اور باطن میں نورِ الٰہی کی جھلک ماند پڑ جائے تو صرف ظاہر کی آراستگی کیا فائدہ بخش ہو سکتی ہے، وہ نماز جو دکھاوے کی غرض سے ریاکاری کے لباس میں نمود و نمائش کے خیال سے لوگوں پر اثر ڈالنے ان کو مرعوب کرنے اور دیکھنے والوں کی نگاہ میں خاک دھول جھونک کر شہرت اور دنیاوی وقار و اقتدار حاصل کرنے کے لیے پڑھی جائے اُس کا فائدہ؟

کلیدِ در دوزخ است آں نماز
کہ در چشمِ مردم گزاری دراز

ایسے بے ذوق رکوع و سجود جن کے پیچھے فریب دہی، فحش گوئی، رشوت ستانی عیاشانہ زندگی، چور بازاری اور قلبِ نظر کی ایسی ہی سینکڑوں کراہتیں چھپی ہوئی ہوں

مالکِ کائنات کے حضور کیا قدر و منزلت پا سکتے ہیں۔

رُوح چوں رفت از صلوٰۃ و از صیام
فرد ناہموار ملت بے نظام
اقبالؔ

وسیلۂ شیخ طریقت

جب تک تطہیر القلب عن ما سوی اللہ نہ ہو، خدا کے نزدیک وہ نماز نہیں، ہرگز نہیں ہوں گی۔ ان چیزوں سے پاک و صاف کرنے کے لیے کسی واقف کار جاننے والے سے دریافت کیا جائے جس کے لیے قرآن کریم میں حکم باری تعالیٰ ہے:

فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (پارہ ۱۴، سورہ نحل ۱۶ رکوع ۶)

"پس سوال کرو یاد کرنے والوں کو اگر تم نہیں جانتے"۔

صوفیائے کرام کا مقولہ ہے کہ اہلِ تصوف سے دریافت کرو۔ کیوں کہ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں محو رہتے ہیں۔

حدیث شریف: مَنْ اَرَادَ اَنْ يَّجْلِسَ مَعَ اللّٰهِ فَلْيَجْلِسْ مَعَ اَهْلَ التَّصَوُّفْ۔

ترجمہ: جو کوئی ارادہ کرے، کہ میں اللہ تعالیٰ کی ہم نشینی کروں تو پس وہ اہلِ تصوف کی مجلس میں بیٹھ جائے اور ان کی صحبت اختیار کرے۔

هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَا يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ۔ (حدیث)

فقراء کا گروہ ایسا پاک ہے کہ ان کا ہم نشین کبھی بدکار نہیں رہتا

اَلصُّحْبَتُ مُؤَثِّرٌ (الحدیث)

صحبت اپنا اثر کرتی ہے۔

از جوارِ طالباں طالب شوی
از جوارِ غالباں غالب شوی

جو بُروں کے پاس بیٹھے وہ بُرا ہو جائے گا نیک ہونے کے لیے نیکوں کی صحبت ہونی چاہیے۔

اَلْجِنْسُ يَمِيْلُ اِلٰى جِنْسِهٖ

ہر جنس اپنی جنس کی طرف رغبت کرتی ہے۔

نکتہ: حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ فرماتے ہیں کہ جیسی صحبت ہو ایسا ہی انسان بن جاتا ہے۔ مثلاً روٹی جب تک دسترخوان پر پڑی ہے تو جیسے دسترخوان جماد ہے ویسے ہی روٹی بغیر ہلائے نہیں ہل سکتی۔ لیکن جب پیٹ میں گئی اور انسانی صحبت ہوئی تو کیا کیا رنگ بدلاتی ہے۔ یہاں تک کہ انسان کا خون بن جاتی ہے۔ جماد کی صحبت میں جماد اور انسان کی صحبت میں انسان

ہر عاشق پیر دی صورت دا　　پا برقعہ اس دی مورت دا
تیری ہستی وہم نشائے　　ہو کامل پیر دے سائے
اوہ نبی احمد لنگھ پار گئے　　جیہڑے کامل پیر دے سرن پئے
پھڑ باہوں پار لنگھائے　　ہو کامل پیر دے سائے

قولِ مرداں را نے فہمی تو تیز
حالِ مرداں را کجا داری تمیز

ترجمہ: اولیا اللہ کی بات عام لوگوں کی سمجھ میں نہیں آسکتی۔ عام لوگ اُن کا حال کب معلوم کرسکتے ہیں۔

مولوی محمد اسمٰعیل صاحب دہلوی اپنی کتاب صراطِ مستقیم مترجم اردو صہ ۳۴ پر لکھتے ہیں:

"کہ بن مجملہ محبت عشقیہ کے اپنے مرشد کے ساتھ استقلال دل کا تعلق شدید ہو جاتا ہے۔ یعنی نہ اس لحاظ سے کہ یہ شخص حضرت سبحانہ و تعالیٰ کے فیض کا ذریعہ ہے اور اس کی ہدایت کا واسطہ ہے بلکہ اس حیثیت سے کہ خود مرشد ہی عشق کا متعلق ہو جاتا ہے چنانچہ اس طریق کے بزرگوں میں سے ایک شخص کا مقولہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ میرے مرشد کی صورت کے سوا کسی اور لباس میں تجلی فرما دے تو البتہ میں اس کی طرف توجہ تک نہ کروں۔"

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی و مولوی مشتاق احمد صاحب کتاب مرقومات امدادیہ مکتوب ۳۱ میں لکھتے ہیں

"محبت مرشداں عین محبت اللہ و رسول است کہ نائب اوشاں است"

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فتاویٰ عزیزی جلد اول ص۱۰۲ پر لکھتے ہیں

"مرید اپنا عقیدت کا ہاتھ مرشد کے ہاتھ کے ساتھ منعقد کرتا ہے اور اور یہ انعقاد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہو جاتا ہے اور یہ بیعت حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو جاتی ہے۔"

ارشاد الٰہی پارہ ۲۶، سورۃ فتح نمبر ۴۸ رکوع ۱

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ ۚ

"تحقیق جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔"

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ

کہا ہے۔ عارف رومی علیہ الرحمۃ اس آیت کا ترجمہ یوں فرماتے ہیں ؎

دستِ تو از دستِ آں بیعت شود
کہ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ اَیْدِیْ

تیرا ہاتھ اپنے مرشد کے ہاتھ کے ساتھ بیعت ہُوا، کہ وہی ہاتھ اللہ کا ہاتھ تھا۔

ڈاکٹر اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے یوں فرمایا ہے ؎

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں کارکشا کارساز

ثابت ہوا کہ مرشد کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے حضور علیہ السلام اور خدا تعالیٰ کے ہاتھ پر بیعت ہو جاتی ہے۔

لکھیا وَابْتَغُوْا وسیلہ قرآن اندر باجھ پیر راضی نہ رحمان ہووے
بے حافظ قرآن بھانویں عالم فاضل باجھ پیر دے نہ عرفان ہووے
منکر پھرن اُتھے دن حشر دے نیں باجھ پیر نہ رب پچھان ہووے
رمز فِیْ اَنْفُسِکُمْ نوں سمجھ لیندا خادم پیر دا جو انسان ہووے

(صوفی خادم)

حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

حُبُّ الْفُقَرَاءِ مِفْتَاحُ الْجَنَّۃِ

فقیروں کی محبت جنت کی کنجی ہے۔

اس قولہٖ تعالیٰ کا ترجمہ حضرت فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پند نامہ میں یوں کیا ہے:

حُبِّ درویشاں کلیدِ جنت است
دشمنِ ایشاں سزائے لعنت است

حب پیراں فقیراں دی حب رب دی شان نیکاں لوکاں نے ایہہ فرمایائی
کنجی جنت دی حب فقیراں اے لکھیا وچ حدیث دے آیا ای
دشمن پیراں فقیراں دے ہوئے جیہڑے طوق لعنتاں دا گل بایائی :
خادم پیراں فقیراں دے بنے جیہڑے ڈیرا جنتاں دے وچ لایائی

(صوفی خادم)

ضیاء القلوب صہ۲ پر حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمت اللہ علیہ جو تمام دیوبندی حضرات کے پیرو مرشد ہیں لکھتے ہیں کہ بیعت کرنا :

آیت : کونوا مع الصادقین ؁ (پارہ ۱۱ سورۃ توبہ. رکوع ۱۵)
ہو جاؤ ساتھ سچوں کے .

آیت : وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ؁ (پ۲۱ سورہ لقمان ۱۲ رکوع)
اور پیروی کرو اس شخص کی جو رجوع کرتا ہے طرف میری .

ان دونوں آیتوں میں صیغہ امر مستعمل ہونے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم لازمی حتم ہے بیعت کرنا اور مرشد کی صحبت اختیار کرنا طریق مسنونہ ہے .

اَلشَّيْخُ فِي قَوْمِهِ كَالنَّبِيِّ فِي أُمَّتِهِ

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ شیخ اپنی قوم میں ایسا ہوتا ہے جیسے نبی اپنی امت میں .

قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے .
پارہ نمبر ۱۵ سورۃ بنی اسرائیل ۱۷ ، رکوع ۸)
يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ ... ؁
قیامت کے دن ہم تمام لوگوں کو ان کے پیشواؤں کے ساتھ بلائیں گے .

جو شخص پیرو مرشد کا منکر ہے وہ سنت اور نص قرآنی کا منکر ہے . اور یہ سفر پُر خطر

بغیر رہبر کامل کے طے نہیں ہو سکتا۔
پس اس راہ میں پیر کامل کی دستگیری لازم ہے۔ اول رہبر کامل کو تلاش کرے، ورنہ محرومی کا سامنا ہوگا۔

وَمَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَ اَضَلُّ سَبِيْلًا ۝ (پ ۱۵ سورۃ بنی اسرائیل ۱۷، رکوع ۸)

ترجمہ: جو شخص اس جہان میں اندھا ہے وہ عاقبت میں بھی اندھا ہی رہے گا بلکہ از روئے راہ وہ زیادہ گمراہ ہے۔"

جو دیکھے ایتھے یار نوں اوہ دیکھے اوس جہان
جیہڑا ایتھے انّاں رہ گیا نہ دیکھے کسے جہان

اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ۝ (پ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل ۱۷، رکوع ۳)

ترجمہ: تحقیق جو لوگ عمر ضائع کرتے ہیں وہ شیطانوں کے بھائی ہیں، اور شیطان واسطے اپنے پروردگار کے کفر کرنے والا ہے۔

لالچ دے وچ پھس گئے بے سمجھے انجان
پھڑ عبادت رب دی لبھدے رزق نادان
دم دم جاندی گزر دی، کرلے رب نال پیار
پھر ویلا ہتھ نئیں آونا جد چھڈ کے ٹر گئے یار

وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْــُٔوْلًا ۝ (پارہ نمبر ۱۵ سورۃ بنی اسرائیل نمبر ۱۷ رکوع ۴)

ترجمہ: اور پورا کرو وعدہ تحقیق پوچھے جاؤ گے وعدہ سے۔

یار برابر کجھ نہیں نہ دولت نہ مال   ہیرے موتی سانبھدے ایہہ اتیاں دی چال

نیت اور وزن کے یہ نعمت ہر ایک انسان کو عطا ہوئی، لیکن ہزاروں لاکھوں
میں سے کسی کسی کو ہوتا ہے۔ اور جو معرفت کی حقیقت کا بول جانتے ہیں اور عہد
پورا کرتے ہیں۔ وہ حقیقتِ معرفت کی نعمت کیا ہے۔ یعنی ہر جاندار کا سانس لفظ
ھو کے ساتھ نکلنا وارد ہوا ہے لیکن کسی کو معلوم ہے اور کسی کو معلوم نہیں ہے۔

وَفِيٓ أَنفُسِكُمۡۚ أَفَلَا تُبۡصِرُونَ

(پارہ ٢٦ سورۃ ذاریات۔ رکوع ١)

ترجمہ: اور وہ تمہارے نفسوں کے اندر ہے۔ پس کیوں نہیں دیکھتے تم؟

جیوں مہندی وچہ رنگ ہے خالق ایواں جان
اُٹھے لوک نہیں جاندے گھر چھڈ باہر جان

ع

جیوں دید اکھیں دے اندر خالق وچہ جہان
کملے لوک بھیندے باہر اپنا چھوڑ مکان

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَنَحۡنُ أَقۡرَبُ إِلَيۡهِ مِنۡ حَبۡلِ ٱلۡوَرِيدِ

(پارہ نمبر ٢٦ سورۃ الذٰریٰت نمبر ٥٠ رکوع ١)

ترجمہ: اور ہم شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

اے یار وہ مطلق حقیقی شاہ رگ سے محبت رکھتا ہے اور جس کے قریب شہ رگ
ہے، حسن کی شہرت بھی اسی میں پائی جاتی ہے۔

قول میراں بھیکھ چشتی ؒ

ع

بھیکا بھوکا کوئی نہیں سب کی گٹھڑی لعل
گرہ کھول نہیں جانتے اس کارن کنگال

ارشادِ باری تعالیٰ:

وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ط ..... (پارہ ۲۷ سورہ حدید ۵۷ رکوع ۱)

ترجمہ: اور وہ تمھارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو۔

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ق فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ

(پارہ ۱ - سورۃ بقرہ ۲ - رکوع ۱۴)

ترجمہ: پس جدھر کو منہ کرو، پس وہیں اللہ کا منہ ہے۔

اے یار! پھر غیر دیکھنا واجب نہیں، اللہ تعالیٰ توفیق دے تو ہر راہ میں اس کے چہرے بغیر نہ دیکھے۔ ؎

جنھوں کوں نہ لبھے انتھا اوہ انسان

اوہے ایسا پکا موتیا نہ لاہوے سر مرسان

موتیا سے مراد ہے کہ لوگوں کے دیکھنے میں فرق ہے۔ پیر و مرشد کی مدد کے بغیر آنکھوں کی بینائی درست نہیں ہو سکتی خواہ کتنی فضیلت حاصل کرلے۔

؎ چوں شوی دُور از حضور اولیاء

درحقیقت گشتۂ دُور از خدا

جو لوگ پیر طریقت کی بیعت کے خلاف ہیں، وہ ہمیشہ کے لیے جدائی کے جنگل میں رہیں گے۔

حدیث شریف: وَلَا تَفَكَّرُوْا فِىْ ذَاتِهٖ تَفَكَّرُوْا فِىْ صِفَاتِهٖ

نہ سوچ بچار کرو، اس کی ذات میں۔ فکر کرو اس کی صفات میں۔

مرشد نوں جے دیکھیئے دن وچہ کئی اک بار

عشق ہے وظیفہ رب دا سر توں اترے بھار

حدیث شریف: تَفَكَّرُوْا سَاعَةً خَيْرٌ مِّنْ عَمَلِ الثَّقَلَيْنِ

ایک ساعت کا فکر دو جہان کے عمل سے افضل ہے۔

قول میراں بھیکھ چشتی رحمۃ اللہ علیہ

ایک گھڑی سے آدھی گھڑی آدھی سے بھی آدھ
بھیکا سنگت سادھ کی کٹن کوٹ اپرادھ

حدیث شریف : تَفَکُّرُ سَاعَۃٍ خَیْرَۃٌ مِّنْ عِبَادَۃِ السَّنَتَیْنِ

ترجمہ : ایک ساعت کا فکر دو سال کی عبادت سے افضل ہے۔ ذکر کی شرط فکر ہے اور فکر کی شرط ذکر ہے۔

نہ سکھ تسبیح منکیاں نہ بھوے وچ پیاں
نہ سکھ بال نیانیاں نہ سکھ پھنڈ گیاں
نہ سکھ چٹے کپڑیں نہ سکھ رنگ رلیاں
نہ سکھ کمے سفر دا نہ سکھ بیٹھ رہیاں
نہ سکھ حکم حکومتاں نہ سکھ زر تے مال
سکھی رہن جنھاں نے سر چیا لگ یار دے قدماں نال

نمازِ حقیقی

حقیقی نماز یہی ہے کہ یادِ الٰہی میں ایسے مشغول ہو جاؤ کہ تھوڑی دیر کے لیے گویا اس دنیا سے باہر ہو، اور ایک زبردست حاکم کے سامنے کھڑے ہو جس کے رعب و ادب اور عظمت کے سامنے کسی لغو خیال اور بے جا حرکت کی جرأت نہیں اور اسی کا رعب دل پر قائم ہے۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ و اصحابہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ تم اپنے رب کی عبادت اس طرح کرو، کہ گویا تم اسے دیکھ رہے ہو۔ اگر ایسا نہیں تو یوں خیال کرو کہ گویا وہ تمھیں دیکھ رہا ہے۔ اس رعب اور ہیبت و عظمت اور جلالت کو دل پر غالب سمجھ کر نہایت عجز، اور خلوص سے اس کی عبادت کرو۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ نماز ایک ایسی عبادت ہے جس میں انسان بالکل خدا کے نزدیک ہو جاتا ہے اور اس عالمِ ظاہری کے تعلقات سے کنارہ کش ہو جاتا ہے۔ اور ایک روحانی دنیا میں خدا کے رُو برو پیش ہوتا ہے خدا تعالےٰ کی عظمت اور ہیبت اس کے دل پر غالب ہو، اسی قدر کم ہے۔ چنانچہ علی کرم اللہ وجہہ کی نسبت صحیح حدیث میں وارد ہے کہ آپ ہمہ تن عبادتِ الٰہی میں ایسے مستغرق ہو گئے کہ آپ کے بدن سے حس جاتا رہا اور جو چبھا ہوا زہریلا تیر آپ کے پاؤں سے نکالا گیا اور آپ کو مطلق خبر نہ ہوئی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول ہے۔ ؎

سُجُوْدُ الْقَلْبِ فِیْ ذَاتٍ صَلوٰۃٌ دَائِمٌ وَصْلٌ

هُوَ الْمَسْجُوْدُ فِیْ قَلْبٍ صِیَامٌ دَائِمٌ اَصْلٌ

ترجمہ: سجدۂ دل ذاتِ الٰہی میں کرنا صلوٰۃ دائمی وصال ہے۔ اور وہی ذات مسجود فی القلب ہے۔ یہ اصلی روزہ ہے۔

اہلِ تصوف کے نزدیک عبادت کے وقت ذاتِ الٰہی کی دید میں ...

کا نام نماز ہے۔

پس خیال رکھنا چاہیے کہ تمام عبادات کی جان یہی نماز ہے۔ اسی سے انسان قربِ الٰہی کے منازل طے کرتا ہوا اونچے سے اونچے مکان یعنی عرش رب العالمین تک پہنچ سکتا ہے۔

اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ

مبارک ہیں وہ لوگ جو اپنی نمازوں کو قائم کرتے ہیں اور اس روحانی عبادت سے مزہ اٹھاتے ہیں اور دنیا میں اپنی زندگی کو ایک بہشتی زندگی بناتے ہیں

نمازِ زاہداں سجدہ سجود است

نمازِ عاشقاں ترک وجود است

جناب رسالتمآبؐ کا حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو ارشاد۔ کہ جب تک اور لوگ انسان کو عقل سے گیا گزرا نہ سمجھیں اس کا ایمان مکمل نہیں ہوتا۔

حدیث شریف: اَکْثِرُوْا ذِکْرَ اللّٰہِ تَعَالٰی حَتّٰی یَقُوْلُوْا اِنَّہٗ مَجْنُوْنٌ۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔ اور اس قدر کرو کہ عام لوگ تم کو پاگل کہنا شروع کر دیں۔

حدیث: لَا یَکْمُلُ اِیْمَانُ الْعَبْدِ حَتّٰی یَظُنُّوْنَ النَّاسُ اِنَّہٗ مَجْنُوْنٌ ۔

ترجمہ: انسان کا ایمان اس وقت کامل ہوتا ہے جس وقت عام لوگ اسے دیوانہ خیال کریں۔

مولانا رومی مثنوی میں ان احادیث کا ترجمہ یوں فرماتے ہیں ؎

گفت روزے با علی المرتضےٰ

ایں خبر ہست از نبی مصطفےٰ

کہ کمال مرد آنگہ ہست گو
بر خلافِ خوئے مردم ساخت خو

خلق پندارد کہ دیوانہ ہست
ایں نداند کہ شہِ فرزانہ ہست

زیں ہوس مے سوخت آں شیرِ خدا
تا ورا دیوانہ خوانند از قضا

عمرِ او پنجاہ سال آمد تمام
از کسے نشنید آں لفظ اے کرام

زیں ہوس برخاست اندر کار شد
اتفاقش جانبِ بازار شد !

دید دکانِ درِ بگشادہ اند،
زیر و بالا پر کماں بنہادہ اند،

خلق مردم پیش جمع آمدے،
نزد دکانِ کماں گر پُر شدے

پیش آمد شاہ مرداں مرتضیٰ
کہ سلام اللہ باد ابر شما !

جملہ گفتندش بیا اے کانِ جود
رونقِ ایں جمع ما اکنوں فزود

از پیراہن ببرید آستیں
بر زمیں افگند بنشستہ بریں

جملہ گفتند کیں دیوانہ است
گرچہ اندر کارہا فرزانہ است

گفت مقصود ہمیں بودہ ہمیں
تا کہ دیوانہ بخوانند ہم چنیں

ترجمہ: ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ انسان اس وقت کمال کو پہنچتا ہے جس وقت اپنی عادت عام لوگوں کے برخلاف کرے۔ عام لوگ اس کو سودائی کہیں اور یہ نہ جانیں، کہ یہ جاہلوں کا بادشاہ ہے۔ یہ حدیث سن کر حضرت علیؓ بھی اسی خیال میں مگن رہتے کہ انھیں بھی کوئی پاگل کہہ دے۔ پنجاہ سال کی عمر تک آپ کو یہی خیال رہا مگر کسی نے بھی آپ کو سودائی نہ کہا۔ آپ ہمیشہ اسی خیال میں رہتے اتفاقاً ایک دن آپ بازار میں گئے دیکھا کہ ایک دکان تیر کمان فروخت کرنے والے کی ہے۔ آپؓ وہاں کھڑے ہو گئے۔ اور بھی بہت لوگ اس جگہ جمع تھے اور تیر فروش کی دکان کے نزدیک مجمع لگ گیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ آگے بڑھے اور السلام علیکم کہا۔ سب نے عرض کی کہ آپ آگے تشریف لاویں اور بیٹھ کر مجلس کی رونق بڑھائیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے کرتے کی آستین پھاڑی اور زمین پر بچھا کر بیٹھ گئے سب لوگوں نے کہا کیا آپ سودائی ہو گئے ہیں حضور تو بڑے عقل مند تھے۔ یہ بات سن کر آپ بہت خوش ہوئے اور کہا کہ میری تمنا بھی یہی تھی کہ لوگ مجھے بھی سودائی کہیں۔

حضرت سوری غلام رسول فرماتے ہیں۔

جے تیرے دروازے ڈگیاں بُرا برا جگ بولے
رکھ سنبھال بندے دی مولا عشقوں قدم نہ ڈولے

حکایت : ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجمع اصحاب میں بیٹھے ہوئے ارشاد فرمایا: ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اس زمانہ کے لوگ اگر تم کو دیکھیں تو تمہیں سودائی کہیں گے اور تم ان کو دیکھو تو کہیں گے یہ کافر ہیں۔ کیونکہ اس زمانہ کے لوگ نیک عمل بہت تھوڑا کرتے ہوں گے اور اپنی عقل پر بھروسہ کرکے خداوند کریم پہ بھروسہ چھوڑ دیں گے۔ ؎

بر عقل فلک پیما ترکانہ شبخوں بہ
یک ذرہ درد دل از علم فلاطوں بہ
آں فقر کہ بے تیغے صد کشور دل گیرد
از شوکت دارا بہ از فرِ فریدوں بہ (اقبالؒ)

عقل جزوی کو چھوڑو اور عقل کُل یعنی عشق کے تابع فرمان بن جاؤ۔ کیونکہ ایک ذرہ دردِ دل علم اور عقل افلاطون سے اچھا ہے۔ دیکھو درویشوں نے تلوار کے بغیر دلوں کی ولایت فتح کی ہوئی ہے۔ دارا اور فریدوں جیسے بادشاہوں سے اہلِ درد درویشوں کا مرتبہ بڑا ہے۔ ؎

ہفت کشور جس سے ہو تسخیر بے تیغ و تفنگ
تو اگر سمجھے تو تیرے دل میں وہ ساماں بھی ہے

دیوانگی دو قسم کی ہے۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ؎

بس دو قسم است اے فتا دیوانگی — ایں یکے سلطانی فرزانگی :
ہر دو عالم آمدہ بردے نثار — او ندارد التفاتے شاہوار
او بحق شد متصل کز عکس او — ہفت جنت ساختن از رنگ و بو
عقل را آنجا کہ خود بگذاشت است — او بسوئے لامکاں بشتافت است

او ازیں دیوانگی ببریدہ راہ — خوش نشستہ شادماں در پیشگاہ
قسم ثانی آنکہ او را شد خلل — در دماغ از غذا آید علل
فارغ آمد زیں جہان و آں جہاں — بے خبر از مایۂ سُود و زیاں
ہمچوں آں شاہ ہست مرفوع القلم — ہرچہ خواہد میکند او بیش و کم
سالم است ایں وز خیانات قصاص — سر بسر راضی شدہ زو عام و خاص
در قیامت بے حساب و بے عتاب — جنّتی شد بے سوال و بے جواب
عقل جزوی عشق را بدنام کرد — کام دنیا مرد را بے کام کرد
زیں خرد جاہل ہمیں باشد شدن — دست در دیوانگی باید زدن
آزمودی عقل دُور اندیش را — بعد ازیں دیوانہ سازی خویش را

ترجمہ: دیوانگی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک پاگل ہونا دوسرے مست مجذوب یا سالک ہونا۔ دو جہان اس دیوانگی پر قربان ہوں ایسے دیوانے بادشاہوں کی پرواہ نہیں کرتے۔ یہ دیوانہ خدا کی ہستی میں فنا ہے۔ سات بہشت اس کے رنگ و بُو سے تیار ہوتے ہیں۔ دیوانہ عقل کو چھوڑ کر لامکاں میں جا پہنچتا ہے۔ وہ اس دیوانگی میں منزل طے کر کے اصل منزلِ مقصود پر جا پہنچتا ہے۔ دوسری قسم کی دیوانگی وہ ہے جو غذائے فاسد کھانے سے دماغ خراب ہو جاتے۔ یہ دیوانہ بھی دو جہان کے کام سے فارغ ہے اور اپنے ظاہری نفع و نقصان سے بے پرواہ ہے۔ یہ دیوانہ بھی مستوں کی طرح احکام شریعت سے آزاد ہے جو دل چاہے کرے۔ یہ دیوانہ خواہ کسی کا خون بھی کر دے اس کو پھانسی پر نہیں لٹکایا جاتا، قانون گرفت نہیں کرتا۔ مستوں کی طرح دیوانہ بھی بغیر حساب کے جنت میں چلا جائے گا۔ جزوی عقل نے عشق کو بدنام کر رکھا ہے دنیاوی کاروبار میں الجھا کر خدا سے غافل کر دیا۔ اس عقل سے پرہیز کرو جو خدا سے غافل کرے اور دیوانہ بن جاؤ۔ عقل دُور اندیش کو تو تُو نے اب تک آزما لیا اور اب دیوانہ

بن کر دیکھ کہ اس میں کیا لطف ہے۔

حکایت :

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بارگاہِ ایزدی میں یہ سوال پوچھنا کہ کیا ان سے بھی خدا کا کوئی بڑا عاشق ہے اور جواب باصواب پانا۔

گفت موسیٰ طور اندر اے کریم کائے پدید آرندۂ عرشِ عظیم
ہمچو موسیٰ عاشقے باشد دگر کہ غذائے او بود خونِ جگر
وحی آمد آں زماں از کردگار گفت موسیٰ کمترے از خود بیار
کمتر از خود در جہاں کس ندید ناگہاں بر کلب مسکیں در رسید
گفت ایں کلبے نہ باشد بہ زمن پیش آمد تا بہ بندد بارِ سن
گفت آں کلبے بآوازِ بلند کائے کلیم اللہ مدہ مارا گزند
داغِ عشقِ دوست دارم در دروں گر نشاں خواہی بہ بیں ایں اشکِ خوں
عاشقم من درمیانِ عاشقاں صاحبِ دردم کہ باشی صد فغاں
چونکہ واقف شد کلیم سینہ ریش ریسمانے بست اندر حلقِ خویش
سوئے کوہِ طور آمد اے الٰہ من خطا کردم مقرم بر گناہ
کمتر از خود من ندیدم در جہاں خویش را دریافتم در امتحاں!
وحی آمد کے دگر بارے مناز ہر یکے را موسیٰ داں اے عشق باز
پنج وقت آمد نمازے رہنموں عاشقاں ند فی الصلوٰۃ دائمون
نے بہ پنج آرام گیرد ایں خمار کہ دروں سرہاست آں پانصد ہزار

ترجمہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہِ طور پر خدائے کریم سے عرض کی: اے عرشِ عظیم کے پیدا کرنے والے۔ میرے جیسا عاشق کوئی اور بھی ہے کہ اس کی غذا خونِ جگر ہو؟ اس وقت خداوند تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوئی اور حکم

ہوا کہ اے موسیٰ اپنے سے کم درجہ کا ایک ہی لا۔ آپ نے دُنیا میں اپنے آپ سے کمتر کسی کو نہ پایا۔ اچانک ایک مسکین کتے کے پاس پہنچے۔ خیال کیا کہ یہ کتا مجھ سے بہتر نہیں ہو گا۔ آگے بڑھے تاکہ اُسے رسّی سے باندھیں۔ اُس کتے نے بلند آواز سے کہا کہ اے موسیٰ مجھے تکلیف نہ دیجیے گا۔ سینے میں دوست کے عشق کے داغ رکھتا ہوں۔ اگر اس کا نشان چاہتے ہو تو یہ خُون کے آنسو دیکھ لیجیے۔ میں عُشاق کے گروہ سے ہوں اور صاحب درد ہوں ساتھ تیس ہزار فغاں کے۔ چونکہ کلیم اللہ راز سے واقف ہو گئے لہذا اپنے ہی گلے میں رسّی باندھ لی۔ کوہِ طور کی طرف آئے اور عرض کی کہ اے خداوند! میں ہی خطاوار تھا۔ اب گنہگار ہونے کا اقرار کرتا ہوں۔ میں نے اپنے سے کم جہان میں کسی کو نہیں پایا۔ امتحان میں میں نے اپنے آپ کو جانچ لیا۔ اسی وقت دوبارہ وحی آئی کہ کسی کو پھر ایسا خیال نہ کرنا۔ ہر ایک کو اپنے جیسا خیال کرنا چاہیے۔ اگرچہ میرا حکم پانچ وقت نماز کا ہے مگر عاشق لوگ ہمیشہ نماز میں ہی رہتے ہیں۔ عشق کے جوش میں پانچ دفعہ دوست کو یاد کرنے سے طبیعت سیر نہیں ہوتی۔

عبادتِ الٰہی کو شوق سے کرنا چاہیئے

ارکانِ نماز میں حضوریِ دل کا ہونا لازمی ہے

جو کام شوق سے کیا جاتا ہے اس کے کرنے میں انسان خاص لطف اور سرور محسوس کرتا ہے مگر جو کام لاچاری اور مجبوری سے کیا جاتا ہے اس میں کوئی مزہ نہیں ہوتا، وہ انسان کو بیگار یا مشقت معلوم ہوتی ہے۔ انسان اگرچہ اس کام کو ہاتھ پاؤں یا دماغ سے سرانجام دیتا ہے مگر یہ کام کرتے وقت یا کرنے کے

بعد دل کو کوئی سرور حاصل نہیں ہوتا۔ نہ ہی ان کاموں کے کرنے سے اس کے حق میں کوئی اہم نتیجہ حاصل ہو سکتا ہے۔ مثلاً ہر مذہب کے آدمی اپنی رسوم کے مطابق ہر روز یا ہر ہفتہ کوئی مسجد میں، کوئی مندر میں اور کوئی گرجا میں جاتا ہے وہاں جا کر مسلمان نماز پڑھتا ہے، ہندو سندھیا کرتا ہے اور عیسائی دُعا مانگتا ہے۔ بیسیوں برس تک انسان یہ مذہبی شغل جاری رکھتا ہے لیکن اس کے حال میں کوئی تبدیلی نظر نہیں آتی۔ یہ کام روزانہ بطور عادت یا شغل کے کیے جاتے ہیں۔ عامل کے اندر ان کاموں کے کرنے سے خاص شوق و ذوق کے جذبات پیدا نہیں ہوتے۔

خدا کی طرف جانے کا جو راستہ ہے اُسے مذہب یا پنتھ یا شریعت کہا جاتا ہے۔ راستہ درحقیقت وہی سیدھا راستہ ہے جس پر چل کر چلنے والا کچھ مدت کے بعد جس جگہ جانا ہے وہاں پہنچ جائے اگر پہنچا ہی نہیں تو وہ راستہ جس جگہ اس نے جانا ہے اس طرف کا راستہ ہی نہیں۔

نیست مومن را بہ از نیکو عمل
ایں چنیں فرمود سلطانِ عدل

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ مومن کے لیے نیک عمل سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔

عبادت اور عادت میں بڑا فرق ہے۔ عبادت وہ ہے کہ بوقتِ عبادت و ریاضت انسان کے اندر مالک کی جانب شوق و محبت کے پاکیزہ جذبات پائے جائیں لیکن اگر اس کے دل میں ایسی کیفیت پیدا نہیں ہوتی تو اس کی عبادت و بندگی کا درجہ محض روزانہ شغل یا عادات میں شمار کیا جائے گا جس سے قدرے نیت کا پھل ملے گا لیکن انسان کو مالک تک رسائی نہیں ہوتی۔

ایک شخص بھگتی اور پُن کرتا ہے۔ دوسرا نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ فرض

کی تکمیل کرتا ہے اگر ان فرائض کی سرانجام دہی محض رسمی کارروائی ہے اور فاعل کو کوئی خاص رُوحانی سرور و لطف یا آنند حاصل نہیں ہوتا تو یہ کارروائی عبادت میں شمار نہیں ہوگی۔ عبادت ہمیشہ محبوب کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کی جاتی ہے۔ لہذا عابد ہمیشہ ہر کام میں مالک کی خوشنودی مقدم رکھتا ہے اس لیے کہا گیا ہے کہ ایک گھڑی کی عبادت برسوں کی رسمی کارروائی سے افضل ہوتی ہے۔

جب انسان کے دل میں کسی کام کے کرنے کا شوق پیدا ہوتا ہے اور وہ لگن سے کام کرتا ہے۔ تو اسے اس وقت یاد دہانی۔ ہدایت یا فرمائش کی ضرورت نہیں رہتی۔ بلکہ وہ خود بخود خوشی سے وہ کام کرتا ہے لیکن جب اس کو شوق نہیں ہے بلکہ دوسروں کے مجبور کرنے یا دنیا کی طعن و تشنیع سے بچنے کے لیے یا سوسائٹی میں سرخروئی حاصل کرنے کی خاطر کوئی کام کرتا ہے۔ اس وقت اس کی حالت ان برائے نام قوم پرستوں کے مشابہ ہوتی ہے جو تحریک عدم تعاون کے دوران عوام کو اپنا بنانے کے لیے بڑے بڑے وعدے کرتے ہیں مگر کام نکل جانے کے بعد ان سے آنکھ تک نہیں ملاتے۔ ظاہر ہے ایسے قوم پرست کسی تحریک میں زندگی کے آثار نمایاں نہیں کر سکتے اور نہ ہی اپنی جان کی قربانی دے سکتے ہیں۔

مسلمانوں میں ابتدا سے ایک ایسا گروہ موجود ہے جس نے مقام مقاصد دنیوی سے قطع نظر کر کے اپنا نصب العین محض یاد خدا و ذکر الٰہی مقرر کر رکھا ہے اور ہر لمحہ ان کو یار کے سوا اور کوئی دکھائی نہیں دیتا۔ ؎

میری عرض تمنا بھی عجب عرض تمنا ہے
تجھی سے مانگتا ہوں تجھی کو مانگتا ہوں

قرآن شریف میں بکثرت ایسے الفاظ موجود ہیں جن سے مراد اہل تصوف ہی

ہیں۔ مثلاً صادقین، صادقات، قانتین، قانتات۔ خاشعین، خاشعات۔ مخلصین، محسنین، خائفین، عابدین، صابرین، راغبین، اولیا، مصطفین، ابرار مقربین، سابقین، سارعین، الی الخیرات، شاہدین، مطمئنین وغیرہ وغیرہ

شریعت بغیر طریقت کے نفاق ہے اور طریقت بغیر شریعت کے زندقہ

صرف ظاہر بغیر باطن کے نفاق اور باطن بغیر ظاہر کے زندقہ ہے۔ شریعت بلا حقیقت نقص اور حقیقت بلا شریعت ہوس۔ صرف ایک کا وجود طالب کے لیے مضر اور نقصان دہ ہے۔

علم حقیقت کے تین ارکان ہیں :-

۱ : علم ذات و توحید و نفی تشبیہ خداوندی

۲ : علم صفات و احکام خداوندی

۳ : علم افعال و حکمت افعال خداوندی۔

علم شریعت کے بھی تین رُکن ہیں :

(۱) قرآن شریف (۲) سنّت رسولؐ (۳) اجماعِ اُمّت۔

جو ان تینوں سے گیا گزرا، وہ مردود و ملعون ہے۔

تنبیہہ : سجدہ کے یہ معنی ہیں کہ اپنی ذات کو عاجز خیال کر کے کسی کے سامنے اپنا سر جھکا کر محو ہو جانا۔ پس سالک جب مقام توحید میں پہنچتا ہے تو سالک کا دل ذات الٰہی کے عظیم الشان جاہ و جلال میں اپنی ذات کو بندگی و بیچارگی کی حالت میں بہت حقیر و فقیر اور ذلیل و محتاج دیکھتا ہے اور بحکم وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ اپنی انانیت و تعینات حسّی کو قطع کر کے ذات الٰہی میں سجدہ کرتا ہے اور محو ہو جاتا ہے۔ یہ انتہائے قرب ہے۔ اس حالت کو سجود فی القلب و

ہیں۔ مثلاً صادقین، صادقات، قانتین، قانتات، خاشعین، خاشعات۔ مخلصین، محسنین، خائفین، عابدین، صابرین، راغبین، اولیا، مصطفین، ابرار مقربین، سابقین، سارعین، الی الخیرات، شاہدین، مطففین وغیرہ وغیرہ

شریعت بغیر طریقت کے نفاق ہے اور طریقت بغیر شریعت کے زندیقیہ

صرف ظاہر بغیر باطن کے نفاق اور باطن بغیر ظاہر کے زندقہ ہے۔ شریعت بلا حقیقت نفس اور حقیقت بلا شریعت ہوس۔ صرف ایک کا وجود طالب کے لیے مُضر اور نقصان دہ ہے۔

علم حقیقت کے تین ارکان ہیں :-

۱ : علم ذات و توحید و نفی تشبیہہ خداوندی

۲ : علم صفات و احکام خداوندی

۳ : علم افعال و حکمت افعال خداوندی۔

علم شریعت کے بھی تین رُکن ہیں :

(۱) قرآن شریف (۲) سنّت رسولؐ (۳) اجماع اُمّت۔

جو ان تینوں سے گیا گزرا، وہ مردود و ملعون ہے۔

تنبیہہ : سجدہ کے یہ معنی ہیں کہ اپنی ذات کو عاجز خیال کرکے کسی کے سامنے اپنا سر جھکا کر محو ہو جانا۔ پس سالک جب مقام توحید میں پہنچتا ہے تو سالک کا دل ذاتِ الٰہی کے عظیم الشان جاہ و جلال میں اپنی ذات کو بندگی و بیچارگی کی حالت میں بہت حقیر و فقیر اور ذلیل و محتاج دیکھتا ہے اور بحکم وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ اپنی انانیت و تعینات حسّی کو قطع کرکے ذات الٰہی میں سجدہ کرتا ہے اور محو ہو جاتا ہے۔ یہ انتہائے قرب ہے۔ اس حالت کو سجود فی القلب و

ظاہرش صافی خراب اندر خلاف
باطنش تیرہ و کفر اندر غلاف

ترجمہ: ظاہر مومن بن بن کر دکھاتے اور باطن میں مسلمانوں کے دشمن تھے۔

بُود مَردے کو بدآں نامش ہمام
خفیہ بوجہل و دغائی والسلام

ترجمہ: ایک کافر جس کا نام ہمام تھا، خفیہ ابوجہل بلکہ اس سے بھی بُرا تھا لیکن ظاہر میں مسلمان ہوگیا۔

پیش احمدؐ آمد گفت رسُول
دیں تو گیرم ترک کردم فضول

ترجمہ: ہمام حضرت رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آیا اور کہا یا رسُول اللہؐ مجھے معہ اہل وعیال کے مسلمان کرلو، کہ میں نے کفر چھوڑ دیا ہے۔

خوفِ جاں پیش آمد و ہم خوفِ مال
کُن مسلمان مارا با اہل و عیال

ترجمہ: مسلمانوں سے ڈر کر آیا ہوں کہ مجھے قتل نہ کر دیں۔ میرا جان و مال خطرہ میں ہے۔ آپ مجھے مسلمان کریں۔

حافظِ قرآں شد او را شش پسر
زاہدے شد در نماز معتبر

ترجمہ: اس کے چھ لڑکے قرآن شریف کے حافظ ہوگئے اور ہمام پکا نمازی مشہور ہوگیا

حج کرد و روزہ داد و ہم زکوٰۃ
با جماعت پنج وقت اندر صلوٰۃ

ترجمہ: حج ادا کرنا، روزے رکھنا، زکوٰۃ دینا، پانچ وقت جماعت سے نماز پڑھنا

ساخت مسجد او ز بہر خاص و عام

صدقہ و خیرات دادے او مدام

ترجمہ: ایک مسجد بھی بنوائی اور لوگوں کو دکھانے کے لیے صدقہ خیرات بھی دیتا کہ مشہور ہو جائے۔

ہفت صد زندیق منعم معتبر

متفق گشتند با او بد گُہر

ترجمہ: سات سو بے دین دولتمند اس کے ساتھ ملے ہوئے تھے تاکہ اسلام میں رخنہ ڈالیں

ایں ہمہ گفتند ! ہم کافراں

ترسِ احمدؐ مارا در جہاں

ترجمہ: جس وقت کافر آپس میں مل بیٹھتے تو کہتے رسول اللہ کا ہم کو بہت خوف ہے

گر ظفر یابیم ما بر مصطفٰےؐ

ایمنے آید بما در کارہا !

ترجمہ: اگر ان کو مار ڈالیں تو پھر ہم کو ہر کام میں کوئی روک ٹوک کرنے والا نہیں۔

مشورت با یک دگر کردند شاں

تا بکنند چاہ اندر راہ شاں

ترجمہ: ان تمام مومن نما کافروں نے مل کر مشورہ کیا۔ کہ ایک پوشیدہ کنواں راہ میں کھودیں۔

بگزرانند بر سر آں چاہ چناں

مصطفٰےؐ بر سبیل مہماں !

ترجمہ: پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم) کی دعوت کر کے بلائیں اور اس کنوئیں پر سے گزاریں تو اس میں گر جائیں گے۔

چوں بیفتند احمد اندر قعر چاہ

ہفت صد زندیق نجس و دل سیاہ

ترجمہ: جب رسول اللہ کنوئیں میں گر جائیں تو ہم سب مل کر رسول اللہ کو معہ مسلمانوں کے قتل کر دیں گے۔

باسلاح از خانہ ! آئیم بروں !
از گروہِ مومناں ریزند خوں

ترجمہ: ہم سب ہتھیار لیکر گھروں سے فوراً نکلیں گے اور خوں ریزی برپا کردیئے

مشورت پختند فتنہ ساختند
عزم آنکہ سوئے احمد ساختند

ترجمہ: یہ مشورہ پختہ کر کے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گھر بلانے گئے۔

کاں رسولِ حق نبی محتشم
یک دمے تشریف لے چلیں

ترجمہ: کہ اے بزرگی وعظمت والے رسول ہمارے گھر تشریف لے چلیں۔

میہماں شو باجمیع مومناں
پیش ما چہ غم بود از منکراں

ترجمہ: اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے گھر سب مومنوں کے ساتھ چلیں منکروں کا میرے گھر ہوتے ہوئے کیا ڈر ہے۔

در زماں جبریل آمد از خدا
گفت سرِ حال را با مصطفےٰ !

ترجمہ: حضرت رسول کریم کے پاس جبریل تشریف لائے اور ان کو کافروں کی سب مکاری بیان کر دی۔

کافرے بروا نجا پناہ تو خدا است
بیگماں امروز ایشاں را بلاست

ترجمہ: جبرئیلؑ نے کہا۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان کے ساتھ جاؤ میں تمھارا مددگار ہوں۔

گفت احمدؐ کہ شما را حیلہ است
اندر آں مہماں کردن علت است

ترجمہ: رسول اللہ نے کافروں سے فرمایا۔ تم نے ہمارے لے جانے کے لیے مکاریاں کی ہیں اور سب حال بیان فرمادیا۔

آں شما را آفتے خواہد شدن
مومناں را ہم فتح خواہد شدن

ترجمہ: اور کہا کہ یہ مکاری تمھارے اپنے لیے ہی آفت ہے کیوں کہ ہم کو اللہ تعالیٰ نے اس کام سے آگاہ کردیا ہے۔

مومناں را گفت پنہاں مصطفےٰ
کہ چنیں کار است ایں قوم دغا

ترجمہ: سب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ ہتھیار لگا کر تیار ہو جاؤ، تاکہ ہم ان کو مکاری کا مزہ چکھائیں۔

حق پناہِ ماست بے تیغ و تبر
مومناں را ہست بر ایشاں ظفر

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہمارا مددگار ہے۔ مومنوں کو ان کافروں پر فتح ہوگی عزم کردند

عزم کردند سوئے ایشاں رسولؐ
چوں بیامد بر سر چاہے نقول

ترجمہ: جب رسول خدا مع اصحاب کے روانہ ہوئے تو وہ کنواں جو راہ میں پوشیدہ تھا۔

زد پئے جبرئیل آں چاہ را کشاد
چار جانب خانہا جملہ متاد

ترجمہ: جبریلؑ نے پَر مار کر دکھا دیا کہ اس جگہ مومن نما کافروں نے کنواں کھود کر چھپا رکھا ہے۔

منکراں در زیرِ آں دیوارہا!
گشت زہرہ آب از کردارہا!

ترجمہ: کافر اس کنوئیں میں خانے بنا کر چھپے ہوتے تھے۔ ان سب کو مومنوں نے قتل کر دیا۔

اغلب خلق ایں چنیں اندر زماں
در دروں چیدہ بروں شیریں زباں

ترجمہ: مولانا رومؒ فرماتے ہیں کہ ہر زمانے میں ایسے لوگ موجود ہوتے ہیں جن کے دل میں کفر اور زبان پر اسلام ہوتا ہے۔

ہرچہ گویند بر خلاف آں بود
چشم گریاں در دل خنداں بود

ترجمہ: ایسے لوگ جو کچھ کہتے ہیں اس کے برخلاف کام کرتے ہیں جو کچھ وہ کرتے ہیں دکھلاوے کے لیے کرتے ہیں۔

دستِ شاں کژ پائے شاں کژ چشم کژ
مہرِ شاں کژ بخت شاں کژ جسم کژ

ترجمہ: ایسے لوگوں کے ہاتھ پاؤں اور سب اعضائے جسم خدا کی راہ اور محبت سے ٹیڑھے ہو گئے ہیں۔

آدمی خور اند اغلب مرد ماں
از سلام علیک شاں کم خو اماں

ترجمہ: ایسے آدمی انسانوں کو کھانے والے ہوتے ہیں۔ ان کی السلام علیک سن کر اُن کو مسلمان گمان نہ کرو۔

گر بصورت آدمی انسان بُدے
احمدؐ و بوجہل خود یکساں بُدے

ترجمہ: شکل و صورت کی مشابہت سے انسانیت کی مطابقت نہیں ہو سکتی۔ ابوجہل مردود تھا اور احمدؐ مرسل نبی۔

وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّ تَفْرِیْقًاۢ بَیْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ اِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَ لَیَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَ اللّٰهُ یَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝
(پارہ ۱۱ سورۃ توبہ رکوع ۱۳)

ترجمہ: "اور ان لوگوں نے مسجدوں میں اس لیے ڈیرے ڈال دیے ہیں در دکھاوے کے لیے زیادہ نمازیں پڑھتے۔ تاکہ مومنوں میں جدائی ڈال دیں۔ اللہ تعالیٰ اور رسول خدا سے لڑائی کریں اور ظاہراً قسمیں کھاتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَ لَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِیْرًا ۝۱۴۵ (پارہ ۵ سورۃ نساء ۴ رکوع ۱۸)

ترجمہ: "تحقیق منافق لوگ تیز آگ میں ڈالے جائیں گے اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔"

فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ ۝ الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ هُمْ یُرَآءُوْنَ ۝ وَ یَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝
(پارہ ۳۰، سورۃ الماعون نمبر ۱۰۷، رکوع)

ترجمہ: پس وائے ہے واسطے ان نماز پڑھنے والوں کے جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں۔ وہ جو دکھلاتے ہیں لوگوں کو اور منع کرتے ہیں برتنے کی چیز سے۔

اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نماز کے لیے حضورِ قلب اور ارکانِ شرائط کے بجا لانے کی سخت ضرورت ہے۔ مُصَلِّیْنَ یعنی نماز پڑھنے والے تو بہت لوگ ہیں مگر مُقِیْمِیْنَ یعنی قائم کرنے والے بہت تھوڑے لوگ ہیں۔ عمر بھر رسم و رواج سمجھ کر دیکھا دیکھی عام لوگ نماز پڑھتے ہیں جس کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بجائے ثواب کے عذاب مرتب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسی نماز سے خوش نہیں بلکہ ناراض ہے۔

ز من قاریئے قرآں را سلامے

تلاوت بے عمل سودائے خامے

ترجمہ: میری طرف سے قاری صاحبان کو یہ کہہ کر سلام کہہ دو کہ تلاوت بغیر عمل کے بے سُود ہے۔

بتانِ حرف کاغذ را پرستند

مگر بے بہرہ اند از پیام

ترجمہ: حروف اور کاغذوں کی پُوجا کرتے ہو مگر اوامر و نواہی سے بے خبر ہو۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ۙ وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۙ (پارہ ۱۸، سورہ مومنون ۲۳، رکوع ۱)

ترجمہ: وہی مومن نجات حاصل کریں گے جو عاجزی اور فروتنی سے دل حاضر کر کے نماز پڑھتے ہیں اور وہ لوگ کسی بیہودہ بات کی طرف رغبت نہیں کرتے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص کسی حاکم کے روبرو کھڑا ہوتا ہے تو اگر اس کے دل پر حاکم کا رعب ہے تو نہ اس کا دل اور نہ ہی ظاہری اعضا بیہودہ حرکتیں کرتے ہیں۔ ایسا ہی نماز میں بھی انسان خدا کے روبرو ہوتا ہے اور دل بھی خدا کے حضور ہے تو نماز درست ہوگی۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نمازیوں کا خشوع دلوں میں ہوتا ہے۔ لیکن اس کا اثر ظاہری اعضاء پر پڑتا ہے کہ نمازی سکون سے نماز ادا کرتا ہے۔

حدیث شریف سے صاف ظاہر ہے کہ ایک شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے نماز پڑھتے دیکھا اور پڑھ چکنے کے بعد فرمایا قُمْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ یعنی اٹھو اور پھر نماز پڑھو۔ کیونکہ تم نے جو نماز پڑھی ہے وہ نماز نہیں تھی تین چار دفعہ بار بار اس نے نماز پڑھی اور آپ فرماتے کہ تو نے نماز نہیں پڑھی پھر پڑھو۔ حدیث شریف:

مَنْ لَّمْ تَنْهَهُ صَلٰوتُهٗ عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ لَمْ يَزْدَدْ صَلٰوتُهٗ مِنَ اللّٰهِ اِلَّا بُعْدًا۔

ترجمہ: "جس شخص کو اس کی نماز نے بد اخلاقی اور برائی سے نہیں روکا وہ شخص نماز پڑھ کر خدا سے اور بھی دور ہو گیا۔"

ہر ایک مسلمان کے لیے صرف نماز پڑھنا ہی کافی نہیں ہے۔ نماز کے اغراض و غایات کی تکمیل بھی ضروری ہے۔ قرآن شریف کہیں بھی رسمی نماز ادا کرنے کا حکم نہیں دیتا۔ وہ تکمیل حدود کا خواستگار ہے اور صاف کہہ رہا ہے کہ بغیر تکمیل کے نماز، نماز ہی نہیں مگر علمائے بے ادراک و کم فہم نے جاہلوں کو سمجھا رکھا ہے کہ بے راہ ہی ٹھوکر کھاتے چلو۔ امیر نے کیا سچ کہا ہے ؎

کھو گیا دل کھو گیا ہوتا تو کیا ہوتا امیر
جانے دو اک بے وفا جاتا رہا جاتا رہا

خدا جانے! لوگ یہ خیال کیوں نہیں کرتے کہ نماز میں سب سے بڑی مہم الشان حضور قلب و خشوع طبیعت و خضوع جوارح حاصل کرنا ہے۔ انسان اپنے تمام اعضاء اور قوائے اور جذبات سے خدا کی طرف متوجہ ہو جائے اور جن اغراض کے

نماز کی تاکید کی گئی ہے۔ ان کو نہایت مکمل طریق پر بجالائے

اہلِ دنیا چوں سگِ دیوانہ اند
دُور شوند ایشاں کہ بس بیگانہ اند

ترجمہ: اہلِ دنیا کی مثال دیوانے کتّے کی سی ہے۔ ان سے دُور ہوجا کہ وہ خدا سے بیگانہ ہیں۔

حدیث شریف: رُبَّ الصَّائِمِ لَيْسَ لَهُ مِنْ صِيَامِهِ إِلَّا الْجُوْعُ وَرُبَّ قَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ قِيَامِهِ إِلَّا السَّهْرُ رَوَاهُ اِبْنِ مَاجَہ۔

ترجمہ: بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو روزہ دار ہوتے ہیں مگر ان کو روزے سے کچھ نہیں ملا مگر بھوک کے ضرور رہے اور بہت سے تہجد گزار ہیں مگر ان کو تہجد سے سوائے جاگنے کے اور کچھ نہیں ملا۔

حدیث شریف: قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ سَيَاتِيْ عَلٰی اُمَّتِیْ زَمَانٌ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَيُصَلُّوْنَ الصَّلٰوةَ وَلَيْسَ فِیْ قَلْبِهِمُ الْاِيْمَانُ۔ (ترمذی)

ترجمہ: فرمایا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ میری اُمت پر ایک زمانہ ایسا آئیگا کہ وہ لوگ قرآن اور نمازیں بھی پڑھتے ہوں گے مگر ان کے دلوں میں ایمان ذرہ بھر بھی نہ ہوگا۔ فقط۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ نہیں فرمایا کہ میری اُمت کے لوگ ذکرِ خدا کرتے ہوں گے اور ان کے دلوں میں ایمان نہ ہوگا۔ بلکہ رسم و رواج سمجھ کر نماز پڑھنے والوں کے حق میں فرمایا۔ کیوں کہ عموماً دیکھا گیا ہے کہ ایسے ہی ریاکار عام طور پر زناکار بھی ہوتے ہیں۔ کیوں کہ یہ لوگ عورتوں کے لیے نماز پڑھتے ہیں ہر وقت ان کا یہی خیال ان کو زناکاری پر آمادہ کر دیتا ہے۔

مسئلہ: شیطان کے علم کی وسعت بہت زیادہ ہے۔ اسے ہر ایک علم

میں دسترس حاصل ہے۔ مگر اسے حضوریؔ دل سے نماز پڑھنی نہیں آتی۔ چونکہ نہ تو اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا اور نہ ہی حضوریؔ دل سے نماز پڑھنی سیکھی۔ اس لیے وہ ملعون ہوگیا۔

جگہ دو کسی مرد کامل کو دل میں!
بٹھا دو اسے اپنی آنکھوں کے تل میں

حدیث شریف: لَا یُقْبَلُ اللّٰہُ صَلٰوۃَ رَجُلٍ لَا یَشْہَدُ فِیْہَا قَلْبُہٗ لَا یَشْہَدُ جَسَدُہٗ (امام بخاری)

ترجمہ: فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس طرح نماز میں جسم ہے اگر اسی طرح دل حاضر نہ ہو، تو اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز قبول نہیں کرتا۔

مولانا روم علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں:

تا نمے سازی بخونِ دل وضو،
کے نمازِ عاشقاں آید ز تو

ترجمہ: جب تک دل کے خون سے وضو نہیں کرتا عاشقوں جیسی نماز کب ادا ہو سکتی ہے۔

قادریؔ جالندھری کا قول ہے۔

کر صاف دل کو غیر سے اس کو وضو کہیں
پر شرط ہے پیارے یہ کہ ہر دم وضو رہے
چاہے نماز پڑھنی ہو تو ہستی سے گزر
ایسا گزر پیارے کہ ہستی کی باقی نہ بو رہے

یہودیوں نصرانیوں اور مسلمانوں کی نماز

مسئلہ: یہودیوں اور نصرانیوں میں نماز کا رواج ہے۔ اور مسلمانوں میں بھی نماز پڑھتے ہیں اور خداوند کریم کا حکم ہے کہ نماز بُرے کاموں اور بے حیائی سے روکتی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ نماز پڑھنے والے بدکرداریوں سے رُکے بھی ہوتے ہیں یا نہیں۔ اگر نہیں رُکے تو ان کی نماز، نماز ہی نہیں بلکہ ہاتھ مُنہ دھو کر بیٹھکیں نکالنا اور ڈنڈ پیلنا ہی ہے جس کا کہ دین کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں۔ نماز تو وہی ہو سکتی ہے جو حقیقی معنوں میں ادا کی جائے۔ ایسی نماز سے انسان کی ہر مشکل آسان ہوتی ہے۔

نقل ہے کہ چار یہودی مسلمانوں کی مسجد میں نماز کے ارادہ سے داخل ہوتے اور اذان کہہ کر نماز میں مشغول ہو گئے۔ اتنے میں مسلمانوں کے امام مسجد میں تشریف لے آتے۔ اور وضو کر کے اذان کہنی شروع کی۔ یہودیوں میں سے ایک گویا ہوا: کہ صاحب اذان تو ہو چکی ہے۔ یہ سُن کر دوسرا نمازی کہنے لگا کہ خاموش رہو نماز پڑھتے ہوئے بولا نہیں کرتے۔ اس کے بعد تیسرا بولا کہ شکر ہے میں تو نہیں بولا سب سے آخر میں چوتھے سے نہ رہا گیا اور بول اُٹھا کہ بھائیو تم سب نے نماز میں گفتگو کی ہے ایسا نہیں چاہیے تھا۔

انتباہ: آج کل عوام کی یہی حالت ہے کہ بحالت نماز ہی کمیٹیاں جلسے اور مشورے کرتے رہتے ہیں اور یہ بھی گمان دل میں بسا رہتا ہے کہ ہماری نماز ہو گئی۔ حضرت بو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

تو درون نماز و دل بیروں — گشت ہامے کند بہ مہمانی
ایں چنیں حالت پریشان را — شرم ناید نماز مے خوانی

ترجمہ: جسم نماز میں اور دل لوگوں کی مہمانیوں میں مشغول ہے۔ اسی پریشان کن

حالت میں نماز پڑھتے شرم نہیں آتی۔

نمی گوئم کہ از دنیا جُدا باش
بھر جائے کہ باشی باخدا باش

ترجمہ: میں نہیں کہتا کہ دنیا سے جُدا ہو لیکن جہاں کہیں رہو خدا کے ساتھ رہو۔

ایک خوجہ کی نماز

حکایت: ایک خوجہ دکاندار مسجد میں جا کر ہمیشہ باجماعت نماز ادا کرتا تھا کہ ایک روز گاہکوں کی کثرت کی وجہ سے جماعت کے وقت نہ پہنچ سکا۔ کوشش کی تو بہت۔ پھر بھی نماز مغرب کی جماعت اس کے جانے سے پہلے ہی ہوگئی۔ مسجد میں جاکے دیکھا کہ جماعت تو ہو چکی ہے۔ تو بیتاب ہو کر مسجد کے احاطہ میں ہی گریہ زاری شروع کر دی۔ امام مسجد صاحب نے یہ حالت دیکھی تو تسلی دینے لگے اور فرمایا کہ آئندہ کبھی ایسا نہ ہوگا۔ ہم تیری انتظار کیا کریں گے۔ کیونکہ تو بڑا اشائق معلوم ہوتا ہے۔ آئندہ کا لفظ سُن کر حضرت خوجہ سر پیٹ اُٹھے۔ کہ آئندہ کے سر خاک ڈالو۔ آج کا حساب کس طرح کروں گا۔ امام صاحب نے متعجب ہو کر پُوچھا کہ اس کا کیا مطلب؟ خوجے نے کہا: جناب من! جماعت میں تو یہ آرام تھا کہ قرآت امام صاحب پڑھا کرتے تھے اور میں باسانی تمام دن کا حساب کر لیا کرتا تھا۔ اب میں قرآت پڑھوں گا یا حساب کروں گا۔ وہ لوگ جو ادھار لے جایا کرتے تھے جماعت کے ساتھ چپکا کھڑے رہنے کی وجہ سے یاد آجایا کرتے تھے لیکن اب میں سُبحانَکَ اللّٰھُمَّ پڑھوں یا انھیں یاد کروں۔ آج جماعت کے ساتھ نہ ملنے کی وجہ سے میرا بہت نقصان ہُوا۔

سبحان اللہ! ایسے لوگ کیا خوب نماز ادا کرتے ہیں جو سراسر اللہ کے حکم کے خلاف ہے۔ دنیا کے دن کے کاروبار کو نماز میں کیا دخل؟

رسم و رواج سمجھ کر تو نے ادا نماز کی !
سجدہ تیرے نہ آسکا راز ہے کیا نماز میں
تو نے عزیز کیا کیا یونہی عمر گزار دی
کچھ نہ کیا بُرا کیا زندگی درازہ میں

ارے تم سے تو دیا سلائی ہی اچھی ہے جس کا ایک ہی سجدہ میں خاتمہ بالخیر ہو جاتا ہے۔

گفتگوئے انسان و دیا سلائی

آپ کون ؟

ناچیز تنکا

اسم شریف ؟

دیا سلائی کہتے ہیں

دولت خانہ ؟

جناب ! دولت خانہ ؟ اصلی گھر جنگل و ویرانہ تھا مگر چند روز سے چھوٹا سا حجرہ جس کو آپ نے اپنی انگلیوں میں دبایا ہُوا ہے۔ میرا موجودہ ٹھکانہ ہے اور سچ پوچھو تو یہ بھی میری آرام گاہ نہیں۔ آرام کے لیے کوئی اور ہی جگہ ہے جسے میں آپ کو دکھا نہیں سکتی۔

اجی وہ کون سی جگہ ہے جسے تم دکھانے سے معذور ہو ؟

جناب من ! اس حجرہ کے ایک کونہ میں جو سیاہ مصلّے بچھا ہُوا ہے۔ میری ہم جنس سے جس کسی کو دردِ دل پیدا ہوتا ہے تو وہ حجرہ سے نکل کر اس مصلّے پر سجدہ میں گر جاتی ہے اور پہلے ہی سجدہ میں تجلّی الٰہی ظاہر ہو کر نیست و نابود کر کے اپنی ہستی میں محو کر لیتی ہے، وہی ہمارا اصلی ٹھکانا ہے۔ ؎

آں وطن مصر و عراق و شام نیست
آں ملک شہریست کاں را نام نیست

ترجمہ : وہ ملک مصر یا عراق اور شام وغیرہ نہیں ہے بلکہ اس ملک اور شہر کا نام نہیں انسان ہزاروں لاکھوں سجدے کرتا ہے مگر اس کا سرکش وجود ویسے کا ویسا ہی باقی موجود رہتا ہے کیوں کہ اسے نماز پڑھنی ہی نہیں آتی۔ ہ

ہوتی ہے مدت میں سُنتے تھے ۔ نہ جانا اب تک کہ ساز کیا ہے
جبیں پہ داغ سجود بھی ہے مگر نہ جانا کہ نماز کیا ہے

بندروں کی سردی کی رات

حکایت : ایک دفعہ رات کے وقت بندروں کو سردی محسوس ہوئی آگ کی تلاش میں پھر رہے تھے کہ اچانک ایک جگنو مل گیا۔ اسے چمکتا دیکھ کر آگ کی چنگاری گمان کیا۔ اُسے پکڑ کر اپنی جگہ لے آئے اور گھاس پھونس جمع کر کے اس کو اس میں رکھ کر پھونکیں مارنی شروع کیں۔ تمام رات اسی طرح گنوا دی مگر آگ نہ جلی اور نہ ہی بندروں کی سردی کم ہوئی۔ اگر کوئی کہتا کہ جگنو سے آگ نہیں جلا کرتی تو گھُڑکی دے کر تمام بندر لڑنے کے لیے تیار ہو جاتے۔

نکتہ : یہی حال ریاکار اور رسم و رواج سمجھ کر نماز ادا کرنے والوں کا ہے۔ بظاہر نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور عقیدہ قیامت پر کاربند ہیں مگر بے سوچے اور بلا سمجھے قرونِ اولیٰ کے سے مسلمانوں کی سی حرارت عشقِ الٰہی ناپید ہے۔ اسی لیے جبینوں کی ٹکروں اور روزہ کی فاقہ کشی تمام عمر برداشت کرنے پر بھی تسکینِ قلب اور اطمینانِ روح نصیب نہیں ہوتا۔ اور بندروں کی طرح اگر کوئی اہلِ دل سمجھاوے بھی تو اُسے گھُڑکی دے کر ڈرا دیتے ہیں۔

كُلَّمَا رُدُّوٓا إِلَى الْفِتْنَةِ أُرْكِسُوا فِيهَا ..... ۝ (پ سورۃ نساء رکوع ۱۲)

ترجمہ : جاہل فتنہ و فساد کے لیے بہت جلدی ہو جاتے ہیں۔ ہ

پانی میں کھڑا دیکھا ہے کبھی بار نیلوفر!
پانی سے نہ ہوتے ہی نہیں پھول اور پات تر
دنیا میں رہنا چاہے تو اس طرح سے رہ
دل بستگی نہ ہو تری حق کے سوا پسر

اہلِ تصوف کی نماز

حدیث قدسی : اَلْاَنْبِیَآءُ وَالْاَوْلِیَآءُ یُصَلُّوْنَ فِیْ قُلُوْبِہِمْ دَائِمُوْنَ

ترجمہ : انبیاء اور اولیاء ہمیشہ حضور قلب سے نماز پڑھتے ہیں۔

حدیث شریف : صَلٰوۃُ الْاَنْبِیَاءِ وَالْاَوْلِیَآءِ خَمْسُ الْحَوَاسِ وَعَدُّ الْاَنْفَاسِ۔

ترجمہ : انبیاء اور اولیاء کی نماز درحقیقت وہ ہوتی ہے کہ جب وہ نماز میں کھڑے ہوتے ہیں بلکہ ہر وقت ہی ان کے حواس خمسہ غیر اللہ سے بند ہو جاتے ہیں اور ان کا ایک ایک سانس یادِ الٰہی میں گزرتا ہے۔ وہ اپنے ایک ایک سانس کا خیال و شمار رکھتے ہیں کہ کہیں غفلت میں نہ گزر جائے یہی لوگ درحقیقت نمازی ہیں۔

نماز حقیقی ہی روحانی نماز ہے اور اسی سے پروردگار عالم کا وصال ہوتا ہے۔

ے
نمازِ زاہداں سجدہ سجود است
نمازِ عاشقاں ترکِ وجود است

قبلۂ شاہاں بود تاج و گہر — قبلۂ اربابِ دنیا سیم و زر
قبلۂ صورت پرستاں آب و گل — قبلۂ معنی شناساں جان و دل
قبلۂ زہاد محراب قبول — قبلۂ بازیگراں کار فضول
قبلۂ تن پروراں خواب و خورش — قبلۂ انساں بدانش پرورش

قبلۂ عاشق وصال بے زوال　　　قبلۂ عارف جمال ذوالجلال

سیف ہو جس کی زباں شمشیر کی حاجت نہیں
ہو نگاہ صاف جب پھر تیر کی حاجت نہیں

جب تصور بندھ گیا تصویر کی حاجت نہیں
زلف کے پابند کو زنجیر کی حاجت نہیں

سجدہ گاہ عاشقاں ہے دلبروں کا صاف دل
یہ وہ مسجد ہے جسے تعمیر کی حاجت نہیں

کوچۂ جاناں میں جا کے پی محبت کی شراب
مست دیوانے کو کچھ توقیر کی حاجت نہیں

حضرت سیدنا غوث الاعظمؒ نے فرمایا کہ میں نے اپنے خالق و مالک سے پوچھا کہ اے میرے رب تجھے کون سی نماز پیاری ہے حکم ہوا، وہ نماز جس میں میری ذات کے سوائے کوئی دوسرا نہ ہو اور نمازی بھی اس نماز میں غائب ہو۔

حضرت سید غوث الاعظمؒ نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے سوال کیا کہ اے میرے رب سب سے اچھی نیکی کون سی ہے جو تجھے زیادہ پسند ہے۔ فرمایا وہ نیکی جس میں میرے سوا اور کوئی خواہش نہ ہو، نہ امیدِ جنت اور نہ بیم دوزخ صرف میری محبت ہی ہو۔

خدا کی ذات قدیم ہے اور ہمیشہ رہیگی

وَاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ

"میں تمہارا رب ہوں، پس میرا ذکر کرو۔

حدیث شریف: اَلدُّنْيَا سَاعَةٌ لَاذِهٖ وَرَاحَةٌ فَجْعَلْنَاهُ طَاعَةٌ

ترجمہ: دنیا ایک ساعت ہے۔ اس میں کسی کو آرام نہیں، خدا کے ذکر کے سوا۔

مسئلہ: خدا کی ذات قدیم اور ہمیشہ رہنے والی ہے۔ اسی کو بقائے دوام ہے۔ عاقل کو لازم ہے کہ قدیم کی محبت اختیار کرے اور فناہ ہونے والی چیزوں کو دل سے بھلا دے، وہ شخص عاقل نہیں جو نعمت میں مشغول ہو اور نعمت دینے والے سے غافل رہے۔ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مومنوں کو دو چیزوں سے ڈرنا چاہیے۔ ایک عبادت کے لیے اُدھار کرتے رہنا۔ دوسرا اہل دنیا سے میل جول؛ دُنیا کی محبت موت اور قیامت بھُلا دیتی ہے۔

حدیث شریف: اَلدُّنْیَا جِیْفَۃٌ وَّ طَالِبُھَا کِلَابٌ

ترجمہ: دنیا مردار ہے اور اس کے چاہنے والے مُردار۔

حکایت: حضرت ابوالحسن خرقانی رحجنگل میں بیٹھے ذکرِ خدا کر رہے تھے، ایک بادشاہ معہ سازوسامان پاس سے گزرا۔ تو آپ کے دل میں خیال گزرا کہ یہ بادشاہ دنیا کے خوب عیش اُڑا رہے ہیں۔ اسی حالت میں الہام ہوا کہ جو کچھ تمھارے پاس ہے وہ ہمیشہ رہنے والی چیز ہے اور جو کچھ اس بادشاہ کے پاس ہے وہ اس دنیا میں ہی رہ جائے گا۔ ؎

چوں مے بگذرد ملک وجاہ و سریر
نبرد از جہاں دولت الّا فقیر

ترجمہ: تاج و تخت اور دولت یہیں دھری رہ جائے گی اور فقیر اللہ کے نام کی دولت ساتھ لے جائے گا۔

مسئلہ: تھوڑی بارش سے گلی کوچوں اور بازاروں میں کیچڑ ہو جاتا ہے مگر زیادہ بارش سے سب راستے صاف ہو جاتے ہیں۔ وہ شخص جو خدائے عزّوجل کو دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں چار پانچ دفعہ رسم ورواج سمجھ کر یاد کرتا

ہے اور بس ! اس قلیل عبادت کی وجہ سے وہ تمام مخلوق خدا کو برا اور کافر خیال کرتا ہے مگر جو شخص ہر وقت ذکرِ الٰہی میں مشغول رہتا ہے وہ کبھی کسی کو برا خیال نہیں کرتا حکم باری تعالیٰ بھی اسی طرح پر ہے :

وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ۝ (پ ۱۹ سورۂ شعراء ۲۶ رکوع ۴)

ترجمہ : اور جب تم کسی فحش آدمی کے پاس سے گزرو تو از راہ خلق کریمانہ اسے برا نہ سمجھو ۔

شعر

طریقت جز این نیست درویش را
کہ افگندہ دارد تنِ خویش را

ترجمہ : یعنی درویشی یہی ہے کہ سب کو اچھا سمجھو ، کسی کو برا نہ جانو ۔

از طبع کریم دلکشائی نہ رود
وز مردم نیک آشنائی نہ رود

ترجمہ : جو شخص کریم ہوتا ہے وہ کشادہ دل ہوتا ہے اس کے دل میں ہر ایک کی دوستی ہوتی ہے ۔

اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ۝ ۲۲
(پارہ ۲۹ ، سورۂ دہر ۷۶ ، رکوع ۱۹)

ترجمہ : تحقیق یہ ہے واسطے تمہارے بدلہ اور ہے سعی تمہاری قدردانی کی گئی ۔

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے اہلِ جنت یہ میرا دیدار اور تمام جنت کی نعمتیں سب تمہاری نیکی کا بدلہ ہے جو تم نے دنیا میں رہ کر کی تھی میں کسی کی نیکی اور بدی کو ضائع نہیں کرتا ۔

شعر

ما خلقت الجن والانس بخواں
جز عبادت نیست مقصود از جہاں

کیونکہ ریا کی عبادت شرک ہے۔ ؎

ذکر خدا کا سب کریں ٹھگ ٹھاکر اور چور
بناں عشق دے ناں ملے جس بن کرکی مور

بے خبری علمائے ظواہر در مسئلہ تقلید

بعض علمائے ظواہر بے خبری میں کہہ دیتے ہیں کہ ہمیں کسی ولی اللہ بزرگ یا کسی درویش کی پیروی کرنے کی چنداں ضرورت نہیں اور نہ ہمیں سنت رسول صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی ضرورت ہے۔ ہمارے لیے صرف قرآن ہی کافی ہے۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ؕ

(پارہ ۱ سورۃ البقرہ آیت ۲۶ رکوع ۳)

ترجمہ: قرآن شریف پڑھ کر کوئی گمراہ ہو جاتا ہے کوئی ہدایت پاتا ہے۔

مثلاً اگر نماز ہی کو لیا جاوے تو جب یہ معلوم نہ ہو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کس طرح نماز ادا کی یا کون سا طریقہ ادائیگی نماز کے مقرر کیا۔ یا کس نوعیت سے نماز ادا کرنی رائج کی۔ تو نماز پڑھنا کس کی سمجھ میں آسکتا تھا کیونکہ عربوں کی نماز تو محض تالیاں بجانا اور سیٹیاں بجانا تھی۔ جس کی گواہی قرآن شریف میں موجود ہے۔

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً ؕ ۳۵

(پارہ نمبر ۹۔ سورۃ انفال ۸، رکوع ۴)

ترجمہ: بیت اللہ کے قریب ان کی نماز تالیاں بجانا اور سیٹیاں بجانا تھی۔

روایات اور آثار سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔

مَا كَانَ صَلٰوتُهُمُ الَّتِيْ يَزْعُمُوْنَ - اِنَّهَا يُذْهِمْ - بِهَا عَنْهُمْ

اِلَّا مُکَآءً وَّ تَصْدِیَةً۔

ترجمہ: مشرکین عرب کا خیال تھا کہ یہی نماز ان کے کام آئے گی اور ان کے لیے اجرو ثواب کا باعث ہوگی۔ وہ صرف تالیاں اور سیٹیاں بجاتا تھی۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس غیر مہذب طریقہ کو بدل کر نماز کی ایک عجیب اور انوکھی صورت مقرر کر دی وگرنہ بوڑھوں اور دانت نہ رکھنے والوں کے لیے سیٹیاں بجانے والی عبادت بہت دشوار ہوتی۔

پس عربی لغت کی رو سے تو یہی تالیاں بجانا ہی نماز ہوگی۔ قرآن شریف میں تو ذات نماز اور رکوع و سجود اور قیام و قعود وغیرہ کا اصل ترتیب کہیں بھی ذکر نہیں کیا گیا بلکہ کہیں تو ارشاد ہوتا ہے:

وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِیْنَ ۝

(پارہ ۱ سورۃ بقرہ ۲، رکوع ۵)

ترجمہ: اور قائم رکھو نماز کو اور دو زکوٰۃ اور جھک جاؤ ساتھ جھکنے والوں کے۔

اور کہیں پر یوں ارشاد ہوتا ہے:

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَ حِیْنَ تُصْبِحُوْنَ ۝ وَ لَهُ الْحَمْدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ عَشِیًّا وَّ حِیْنَ تُظْهِرُوْنَ ۝ (پ۲۱ سورۃ روم ۳۰ رکوع ۲)

ترجمہ: پس پاکی ہے اللہ کو شام کے وقت اور صبح کے وقت سب تعریف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ آسمان اور زمین میں عشا کے وقت اور ظہر کے وقت۔

اب اگر آپ کے سر میں دماغ اور دماغ میں عقل اور عقل میں انصاف ہے، تو بتائیے کہ آپ یہ پنج گانہ نماز جو ہر روز پڑھتے ہیں کیا قرآن شریف کی بتائی ہوئی ترکیب سے پڑھتے ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں۔

حضرت مولانا محمد گل حسن صاحب چراغ ہند پانی پتی یوں ارشاد فرماتے ہیں: صلوٰۃ کے معنی دُعا اور لغوی معنی زندگی ہے۔ اگر کسی کامل کے پیروکار نہ ہو کر صلوٰۃ

یعنی نماز پڑھی جائے تو ہماری دانست میں نہ تو وہ عبادت ہے نہ دعا اور نہ ہی عاجزی اور نہ ہی ادائیگی فرمانِ خدا۔ ذرا غور کر کے تو دیکھو کہ اس میں عبادت یا عاجزی یا ادائیگی فرمانِ خدا کہاں ہے۔

کیوں کہ اگر اَلْحَمْدُ کے بعد سورۃ لَہَبْ پڑھی جاوے تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ "ٹوٹ گئے ہاتھ ابولہب کے اور وہ ہلاک ہُوا۔ اور نہ کفایت کی اس کو اس کے مال نے جو کچھ کمایا تھا اور جلدی داخل ہوگا وہ شعلے مارنے والی آگ میں۔ نیز اس کی بیوی کی گردن میں کھجور کی رسّی جو لکڑیاں اٹھانے والی ہے اُس میں پھنسے گی"۔ بعدہٗ اللّٰہ اکبر۔ اگر سورۃ فیل پڑھی جاوے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ "کیا تو نے دیکھا نہیں کہ تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟ کیا ان کے مکر کو بیچ گمراہی کے نہیں کیا؟ اور ان کے اوپر ابابیلوں کے غول کے غول بھیجے، جنھوں نے پتھر اور کنکر ہاتھیوں پر پھینکے اور وہ ہاتھی معہ آدمیوں کے کھائی ہوئی بھُس کی مانند ہو گئے"۔ فقط بعدہٗ اللّٰہ اکبر۔

اور اگر سُورۃ یوسف پڑھی جاوے تو گویا یوں پڑھ کر اللّٰہ اکبر کہہ دیا کہ:
"اگر آگے سے کُرتہ پھٹا ہُوا ہے تو زلیخا سچی ہے اور اگر پیچھے سے پھٹا ہُوا ہے تو یُوسف سچے ہیں وغیرہ وغیرہ"۔ اسی طرح ہر سُورۃ میں مثال کے طور پر کوئی نہ کوئی قصہ بیان کیا گیا ہے۔

آپ ذرا غور فرمایئے کہ یہ عبادت ہو رہی ہے یا قصہ خوانی۔ کیا تقرب الی اللّٰہ حاصل کرنے کا یہی عمدہ طریقہ ہے؟ ہرگز نہیں! اگر تقرب الی اللّٰہ چاہتے ہو تو پہلے کسی مردِ کامل کی خدمت میں پہنچو جو تمھارے دماغ سے مادۂ خود پرستی نکال دے اور خدا کے دائمی ذکر میں لگا دے۔ جیسا کہ قرآن شریف میں حکم ہے۔

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝۲۵ وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ

سَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ۝۲۶ (پارہ ۲۹ سورۃ دہر ۷۶، رکوع ۲)

ترجمہ: "ہر وقت اللہ کا ذکر کرو اور رات کا زیادہ حصہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں جاگ کر گزارو۔"

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ۝

(پارہ ۲۹ سورۃ مزمل ۷۳، رکوع ۳)

ترجمہ: اللہ کو اس طرح یاد کرو کہ باقی سب افکار فاسدہ فراموش ہو جائیں۔

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۝

(پارہ ۳۰ سورہ اعلیٰ ۸۷ رکوع ۱)

ترجمہ: اس شخص نے نجات حاصل کر لی جس نے اپنے تئیں ہلاک کیا اور اللہ کو یاد کیا اور اچھی طرح نماز پڑھی۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ... ۝۹۱ پ سورہ انعام ۴ رکوع ۱۰)

ترجمہ: اور نہ قدر کی اللہ کی جیسی قدر کرنی چاہیے تھی۔

کیونکہ مجھے چھوڑ کر نفسانی لذتوں کی طرف جھک گئے۔ جو ان کو قیامت کے دن کوئی فائدہ نہ دیں گی سوائے نقصان کے۔

قدر پھلاں دا بلبل جانے صاف دماغاں والی!

گرج کی جانے قدر پھلاں دا مُردے کھاون والی

حدیث قدسی: مَنْ طَلَبَنِيْ وَجَدَنِيْ وَمَنْ وَجَدَنِيْ عَرَفَنِيْ اَحَبَّنِيْ وَمَنْ اَحَبَّنِيْ عَشَقَنِيْ وَمَنْ عَشَقَنِيْ قَتَلْتُهٗ فَهُوَ عَلَيَّ دِيَتُهٗ فَاَنَا دِيَتُهٗ۔

اس کو امام بخاری نے لکھا ہے ترجمہ: فرمایا اللہ تعالیٰ نے جو شخص مجھے طلب کرتا ہے وہ مجھے پاتا ہے اور جو مجھے پاتا ہے اس نے مجھے پہچانا اور جس نے مجھے پہچان لیا، اس نے میرے ساتھ محبت کی، اور جس شخص نے میرے ساتھ محبت کی وہ میرے

عشق میں محو و مست ہوا تو میرے عشق نے گویا اسے قتل کیا اور جس شخص کو میرے عشق نے قتل کیا اس کا خوں بہا میرے ذمہ ہے اور جس کا خوں بہا میرے ذمہ ہے وہ شخص تو چاہیے میرے ساتھ سدا رہے۔ ؎

غازی زپئے شہادت اندر تگ و پواست
غافل کہ شہید عشق فاضل تر از و است

ترجمہ: غازی میدانِ عشق میں شہادت کے لیے کافروں سے لڑتا ہے اور نہیں جانتا کہ میدانِ عشق میں جو جان دے وہ زیادہ پاک ہے کیوں کہ اس میں کوئی خواہش نہیں۔ ؎

در روزِ قیامت ایں بداں کے مانند
ایں کشتۂ دشمن و آں کشتۂ دوست

ترجمہ: قیامت کے دن یہ دونوں ہم مرتبہ نہیں ہو سکتے۔ ایک کافر نے قتل کیا اور دوسرا خدا کے عشق نے۔

حدیث شریف: اَغْمِضْ عَيْنَكَ وَقَلْبَكَ يَسْمَعُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ

ترجمہ: آنکھیں بند کر کے دل کے اندر جو الا اللہ ہوتا ہے سنو!

حدیث شریف: اَفْضَلُ الذِّكْرِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ ذِكْرُ الْخَفِيِّ

ترجمہ: یعنی سب اذکار اور عبادات سے اچھا وہ ذکر ہے جو پوشیدہ ہو ؎

لا الٰہ گوئی بگو از روئے جاں
تا ز اندام تو آید بوئے جاں

ترجمہ: لا الٰہ کہتا ہے تو بدن کے منہ سے ہی نہ کہہ جان کے منہ سے کہہ تاکہ تیرے جسم سے جان کے آثار ظاہر ہوں۔ روح کا ظہور تجھ سے ہو۔ بدن اور اس کے لوازمات کی اہمیت تجھ سے دفع ہو۔ ؎

کے نور کا منکر سخت کافر ہے، سو تو اپنی تلاش کر۔ جب تجھے تو مل جائیگا تو تجھے اللہ مل جائے گا۔ ؎

آں بانکار وجود آمد عجول

ایں عجول و ہم ظلوم و ہم جہول

ترجمہ: اللہ کا منکر صرف جلد باز ہے۔ ابھی سوچے گا اور پشیمان ہو کر مڑے گا۔ مگر اپنا منکر اس سے تین گنا دوری پر ہے، جلد باز ہے، سخت ظالم ہے، سخت جاہل ہے

حفظ جاں تنہا ذکر و فکر بے حساب

حفظ تن با ضبط نفس اندر شباب

ترجمہ: جان کی حفاظت اور خدمت صرف ہر وقت کا ذکر اور فکر ہی ہے اور جسمانی حفاظت جوانی میں اپنے آپ کو بداعتدالیوں سے بچانا ہے۔

حاکمی در عالم بالا و پست

جز بحفظ جان و تن نایدبدست

ترجمہ: دو جہان کی سرداری جان و تن دونوں کی حفاظت کے بغیر ہاتھ نہیں آتی۔

حضرت جنید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

اَوَّلُ الذِّکْرِ بِاللِّسَانِ ثُمَّ سَوَا فِقُہَا مَعَ الْقَلْبِ ثُمَّ سَکَتَ اللِّسَانِ وَیَقُوْلُ بِالْقَلْبِ وَیُوَافِقُہٗ بِاَعْضَآءِ کُلِّہَا ۔

ترجمہ: پہلے پہل ذکر خدا زبان سے کیا جاتا ہے۔ پھر زبان دل کے ساتھ موافقت کرتی ہے بعد انساں چپ ہو جاتا ہے اور دل ذکر کرتا ہے۔ پھر دل کے ساتھ باقی اعضاء مل جاتے ہیں اور ذکر خدا کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ ذاکر درویش کو ہر رگ و پے اور جسم کا بال بال ذکر کرتا اٹھتا نظر آتا ہے۔ ؎

ہمیش حق بیک نالہ از زُودے نیانہ   بہ ذکر ہے در بجود و درد ؟؟

ترجمہ: عجز و انکساری کے ساتھ تو ایک سجدہ ہی اچھا ہے بہ نسبت اس کے کہ تمام عمر بیدردی سے نماز پڑھے۔ ؎

رُو بہ قبلہ دل بہ دنیا اے مرید
این نماز تو عجب اے ناسعید

ترجمہ: نماز پڑھتے وقت منہ تو کعبہ کی طرف کیا ہوا ہے اور دل دنیا کی طرف راغب ہے۔ اے شیطان، اے نالائق یہ عجیب نماز ہے۔ ؎

اے کہ ترک تن بود اصل نماز
ترک خویش و ترک فرزندان و آز

ترجمہ: اصل نماز وجود کا ترک کرنا ہے۔ خودی کا ترک اولاد اور خواہشات کا ترک۔ ؎

مے نیرزد آں نماز او دو جو
آنکہ با اغیار دارد دل گرو !!

ترجمہ: اس کی نماز دو جو کے عوض بھی سستی ہے۔ جو کہ نماز میں غیر خیال سے دل وابستہ رکھتا ہے۔ ؎

پس ترا لازم کنی ہر دم سجود
عارف از وے یک زماں غافل نبود

ترجمہ: پس تجھے لازم ہے کہ ہر وقت اس کو سجدہ کرے۔ عارف لوگ اللہ سے کسی وقت غافل نہیں ہوتے۔ ؎

صد کتاب و صد ورق در نار کن
جان و دل را جانب دلدار کن

ترجمہ: سو کتابوں اور سو ورقوں کو عشق کی آگ میں ڈال دو۔ اور دل و جان کا رُخ دلدار کی طرف کرو۔

علم ظاہر موجبِ کبر و ریا!

علم باطن دافعِ آں ہر بلا

ترجمہ: ظاہری علم غرور و تکبر کا سبب ہے اور باطنی علم ان سب بلاؤں کو دفع کرتا ہے۔ ؎

اسم گر خوانی مسمیٰ را بجو!

بے مسمیٰ اسم کے باشد نکو

ترجمہ: تو نام کا وظیفہ کرتا ہے تو نام والے کو بھی تلاش کرو۔ کیونکہ نام والے کے بغیر نام کس کام۔ ؎

گر خدا خواہی خدا جوئی بکن

گر نہ جوئی مخواں اسمِ کہن!

ترجمہ: اگر خدا کو چاہتا ہے تو اسے تلاش کرو۔ اگر تلاش نہیں کرتا تو اپنا نام مت پڑھو۔ ؎

گر مراقب باشی و بیدار تو

ہر دمے بینی جزائے کار تو

ترجمہ: اگر تو جاگ کر مراقبہ میں بیٹھے تو ہر وقت اللہ تعالیٰ سے جزا پاوے۔

بقول مولانا رومؒ ؎

چیست سلطانی درویشی بداں

یاد آں جاں آفرین انس وجاں

ترجمہ: درویشی بادشاہی سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یاد تمام تکلیفوں کو دور کرتی ہے۔ ؎

غفلت از وے یک زماں صد مرگ داں

زندگی یاد است نزدِ عارفاں!

ترجمہ: خدا کی یاد سے غافل ہونا عارفوں کے نزدیک گویا موت ہے۔ خدا کی

یادگویا اصل زندگی ہے۔ ؎

ہر خیال غیر حق را دزد خواں!
ایں ریاضت سالکاں را فرض داں

ترجمہ: جو خیال یادِ حق سے غافل کرے اسے چور تصور کرو۔ یہ مشق ہر ایک سالک پر فرض ہے۔

حیف باشد لعل و زر دادن زچنگ
پس گرفتن در برابر خاک و سنگ

ترجمہ: اس شخص پر افسوس ہے جو لعل و زر کو ہاتھ سے گنوا دے اور ان کی بجائے ہاتھ میں کنکر لیے پھرے۔ ؎

شعلہ بن کر پھونک دے خاشاکِ غیر اللہ کو
خوفِ باطل کیا ذکر سے صاف کر دے راہ کو

؎

بے خبر جو ہر آئینۂ ایام ہے
تو زمانے میں خدا کا آخری پیغام ہے

حضرت مولانا روم فرماتے ہیں ؎

با دو عالم عشق را بیگانگی!
اندریں ہفتاد و دو دیوانگی!

ترجمہ: عاشق دین و دنیا سے فارغ ہوتے ہیں اور ان کا مذہب ۷۲ مذہبوں سے علیحدہ ہوتا ہے۔ ؎

غیر ہفتاد و دو ملت کیش او
تختِ شاہاں تختہ بندی پیش او

ترجمہ: ۷۲ مذہبوں کے لوگ ان کو دیوانہ سمجھتے ہیں مگر یہ لوگ بادشاہوں سے بھی عاقل ہیں۔

نمازیوں کی قسمیں

نمازی بالعموم تین طرح کے ہوتے ہیں۔

(۱) عام (۲) خاص (۳) خاص الخاص

عام کی نماز قالب بے جان ہے کیونکہ نماز کی جان حضوریٔ دل ہے۔ اور حضوریٔ دل کا سوائے محنت و مجاہدہ یا کسی پھانسے والے مردِ کامل کے بغیر حاصل ہونا یا بجز فناہ کلی محال ہے۔

خاصوں کی نماز حضوریٔ دل کی وجہ سے ظاہری و باطنی نقصانات سے محفوظ ہوتی ہے۔

خاص الخاص کی نماز ماسوی اللہ سے گریز کرنا اور بحرِ شہود میں مستغرق اور فناہ ہونا ہے۔ اسی مقام پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:

وَجُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلٰوةِ

یعنی میری نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے

جس نماز میں نمازی کو درجۂ دیدار حاصل نہ ہوا، وہ نہ مقصدِ نماز کو پہنچا، نہ نماز میں اس کو آنکھوں کی ٹھنڈک پیدا ہوئی کیونکہ اس نے دیکھا ہی نہیں، اس کو جس سے مناجات کرتا ہے۔ اگر دیدار سے بھی محروم ہے۔ اور حق تعالیٰ کے پاس سے جو وارد ہوتا ہے اس کو سنتا بھی نہیں ہے۔ تو وہ ان لوگوں میں سے نہیں ہے جن کے لیے وارد ہوا ہے کہ جس نے کان لگا کر سنا اور وہ حاضر دل بھی ہے اور وہ شخص جو نہ دیکھتا نہ سنتا ہے اور نماز میں اپنے رب کے پاس حاضر بھی نہیں ہے یعنی حاضر دل نہیں ہے تو وہ مُصلی نمازی ہی نہیں ہے۔

جس نماز میں یکسوئی حاصل نہ ہو۔ وہ نماز آنکھوں کی ٹھنڈک نہیں ہو سکتی بلکہ وہ تو

پریشان حالت ہے۔ اور جو نماز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طریقہ پر ادا نہ ہوئی اس کی قدر وقیمت خدا کے حضور میں کچھ نہیں۔ ؎

محال است سعدیؒ کہ راہِ صفا

تواں رفت جز در پئے مصطفیٰ

ترجمہ: اے سعدیؒ! یہ مشکل ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فرمانبرداری چھوڑ کر کوئی صفائی قلب کرے۔

تیرا وجود شہر ہے اور اس میں نیک و بد رہتے ہیں

ایک دن مؤلف کتاب ہٰذا اپنے قبلہ وکعبہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ کہ ایک بھائی نے سوال کیا، کہ چار عالم یا چار مراتب کسے کہتے ہیں۔ حضور نے زبانِ دُرفشاں سے فرمایا کہ راہِ سلوک میں جو درویش ان چار عالموں سے واقف نہیں، وہ درویش ہی نہیں۔ وہ چار عالم یہ ہیں:

۱۔ ناسوت ۲۔ ملکوت ۳۔ جبروت۔ ۴۔ لاہوت۔

ہر ایک کی شرح یوں بیان فرمائی:

عالم ناسوت حیوانات کا مقام ہے اور حیوان دو قسم کے ہوتے ہیں۔

(۱) حیوانِ ناطق (۲) حیوانِ مطلق۔

حیوانِ ناطق انسان ہے اور باقی سانس لینے والے حیوانِ مطلق۔ اور یہاں حواسِ خمسہ سے کام لیا جاتا ہے جیسے کھانا، پینا، سونگھنا، سُننا، چھونا، دیکھنا۔ گویا حواسِ خمسہ کی لذات میں پڑے رہنا۔ ایسے لوگوں کے حق میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اُولٰئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ مِنْهُمْ

یعنی یہ لوگ چوپایوں کی مانند ہیں بلکہ ان سے بھی گمراہ۔

جب سالک ریاضت و مجاہدہ کر کے اس عالم سے گزر جاتا ہے تو ان تمام صفاتِ حیوانی سے پاک ہو کر عالم ملکوت میں پہنچ جاتا ہے اور یہ عالم فرشتگان کا ہے اور اس کا کام تسبیح و تہلیل، قیام و قعود، رکوع و سجود ہوتا ہے۔ خدا کو ہر وقت یاد کرنا، کم کھانا، کم سونا، کم بولنا، خلوت میں رہنا۔ اس سے گزر کر انسان عالم جبروت میں پہنچ جاتا ہے۔ یہ عالم ارواح ہے۔ اس مقام میں پہنچ کر سالک کا کام شوق و ذوق خدا سے محبت و اشتیاق، وجد، سکر اور محویت ہوتا ہے۔ جب اس مقام کو طے کر لیتا ہے تو عالم لاہوت میں پہنچ جاتا ہے، جو عالم بے نشان ہے۔ اس وقت سالک کا ہستی موہوم سے تعلق ٹوٹ جاتا ہے۔ اپنی ہستی سے فراموش ہو کر خدا کی ہستی میں گم ہو جاتا ہے۔ ماسوا خدا کے اور کچھ سوجھتا ہی نہیں۔ جیسے سمندر میں مل کر تمام دریا اپنا نام و نشان کھو بیٹھتے ہیں۔ بحکم آیت:

وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى (پارہ ۲۷ سورہ نجم ۵۳ رکوع ۳)

اور تیری آخری منزل اپنے رب تک پہنچنا ہے۔ ؎

دریں ورطہ کشتی فرو شد ہزار
کہ پیدا نہ شد تختۂ بر کنار

ترجمہ: اس گرداب میں ہزارہا کشتیاں نیچے گئیں جن کا پھر کوئی نشان نہ ملا۔

بحر دو یقین پردہ ہائے خیال
نہ ماند ہیچ بجز ذو الجلال

ترجمہ: یہاں حق الیقین حاصل ہو کر تمام حجاب دور ہو جاتے ہیں صرف اللہ ہی اللہ باقی رہ جاتا ہے۔

مولانا روم فرماتے ہیں۔ ؎

جہد کن در بیخودی خود را بیاب
زودتر واللہ اعلم بالصواب

ترجمہ : بے خود ہونے میں کوشش کر پھر تجھ کو معلوم ہو جائے گا کہ میں کون ہوں جلدی کر خدا جانتا ہے۔

طرح عشق انداز اندر جانِ خویش
تازہ کن با مصطفیٰ ایمانِ خویش

ترجمہ : عشق کی بنیاد اپنی جان کے اندر رکھو۔ ایمان کو حضور کی محبت سے تازہ کر۔

بلبلِ ہستی در چمن پرواز کن
نغمہ ہا با ہمنوا یان ساز کن

ترجمہ : تو بلبل ہے توحید کے باغ میں پرواز کر۔ اپنے ہم جنسوں کے ساتھ اس جگہ نغمے گا۔

کوکبِ ہستی تاب بر گردون خویش
پا بند بیرون ز پیرامونِ خویش

ترجمہ : تو وہ روشن ستارہ ہے، اپنے آسمان پر چمک دکھا، ہستی موہوم کے پیراہن سے باہر نکل جا۔

طینتِ پاک مسلماں گوہر است
آب و تابش از یم پیغمبر است

ترجمہ : مومن کی جبلت پاک موتی کی مانند ہے۔ اس کی آب و تاب پیغمبری سمندر سے ہے۔

خار بر کُن از کفِ پا اے پسر
مے شود پوشیدہ محمل از نظر

ترجمہ : اپنے پاؤں سے خواہشات کا کانٹا نکال اے لڑکے اور چل ورنہ محمل نظر سے پوشیدہ ہو جائیگا۔

گر بہ قدر یک نفس غافل شوی
دُور صد فرسنگ از منزل شوی

ترجمہ: اگر ایک دم غافل ہو گیا تو دو صد کوس منزل سے دُور جا پڑے گا۔

؎ چوں علیؓ در ساز با نانِ شعیر
گردنِ مرحب شکن خیبر بگیر

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرح جو کی روٹی کھا۔ مرحب نفس کی گردن کاٹ اور خیبر کا ملک حاصل کر۔

؎ ہر کہ غافل شد از و ناداں بود
گر گدا باشد اگر سلطاں بود

ترجمہ: جو اللہ سے غافل ہو وہ نادان ہے۔ اگرچہ فقیر ہو یا بادشاہ ہووے۔

قطرہ نوری سراپا نور باش
بگذر از غم دائماً مسرور باش

ترجمہ: تو نُور سے بنا ہے، اب نُور بن جا۔ غم دُور کر ہمیشہ خوش رہا کر۔

حکایت

ایک روز کسی شخص نے مجنوں کو جنگل میں ریت چھانتے اور کنکر پھولتے دیکھا۔ حیران ہو کر پوچھا کہ بھئی کیا کرتے ہو؟ گرم ریت سے تو ہاتھ پاؤں جلے جاتے ہیں۔ آپ کچھ پرواہ نہیں کرتے۔ مجنوں نے کہا: میں نے سنا ہے کہ محلات میں لیلےٰ کا ہار ٹوٹ کر ایک موتی کھو گیا ہے اس کی تلاش کر رہا ہوں۔ اس شخص نے کہا کہ گوہر تو محلات میں کھویا ہے اور آپ یہاں تلاش کر رہے ہیں۔ مجنوں نے رو کر کہا کہ محلات میں لیلیٰ تلاش کرتی ہے اور اس کی تقلید میں میں وہی کام یہاں کر رہا ہوں:

دلبر دا کم کردے رہنا اس دا نام ہے یاری

رکھنی اپنے دل دے اندر اس دی شکل پیاری
ایں ہم اندر عاشقی بالائے فنا سے دگر

توڑ دیتا ہے بُتِ ہستی کو ابراہیمِ عشق
ہوش کا دارو ہے گویا مستیٔ تسنیمِ عشق

ابیات

کثرت چھوڑ قدم دھر وحدت اپنا آپ نہ جاپے
تے ار مقصد وصل دے والے ملے دلے نوں آپے

وچ ریاضت بندیخانے قید نہ پویں جُدائیں
اِہ کدورت دل تھیں تیرے جاوے ہرگز ناہیں

ساعت دُکھ عمر دیاں خوشیاں طلب کریں جتھے آوے
اِت سوالی حاضر آیا خالی مول نہ جاوے

ملے مراد اتھن دکھ سارے پرے تسلّی پوری
دُوری دُور حضوری تیرے عرض ہووے منظوری

تاں دی ہاک اللہ پیارے چل مطلب گھر نیڑے!
یاد نہ رہن تھلن وچ دم دے دکھ درد اندرے جھیڑے

وچ دیدار رہیں ہو کملا نظر نہ دوجی جاوے
جنّت کریں نگاہ آنسوں پیارا نظری آوے

نشہ کی حالت میں نماز

شیخ روزبہان رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "عرائس البیان" میں عارفوں کے سُکر اور ان کی تکلیفات شرعیہ کے رفع ہونے کا ذکر کرتے ہوئے اِس آیت :

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰى ...ؐ

(پارہ ۵ سورۃ نساء ۴ رکوع)

ترجمہ : اے ایمان والو! نماز کے قریب تک نہ جاؤ جس وقت تم نشہ کی حالت میں ہو۔ واضح ہو کہ مومن شراب نہیں پیا کرتے۔ اور اس جگہ مومنوں سے خطاب ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ نشہ کوئی اور نشہ ہوگا جو مومنوں میں پایا جاتا ہے اور ارشاد ربانی ہوا کہ "اب تم نماز پڑھنے کی تکلیف نہ کرو" کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ یہ اہلِ محبت اور اہلِ وجد سے خطاب ہے جن کو قدوسیت کے انوار و اسرار اور بحرِ ازلیت کے جامِ طہور سے محو و مدہوش کر دیا گیا ہے اور وہ جمالِ کبریائی کے مشاہدہ سے مست و متوالے ہو گئے ہیں۔ نہ اوقات کی شناخت ہے، نہ دن رات کی تمیز اور سُکر کا ان پر اس قدر غلبہ ہے کہ نماز کی شرائط مثلاً قیام و قعود اور رکوع و سجود وغیرہ کے بجا لانے سے قاصر ہیں۔ ایسے بزرگ دنیا میں موجود ہیں اور ہو گزرے ہیں۔ مثلاً بہلول دانا بغداد شریف میں ہارون الرشید کے عہدِ سلطنت میں اور حضرت ہشام بن عبد اللہ حضرت محمد معشوق طوسی جو اپنے وقت کے برگزیدہ اور نامور بزرگ گزرے ہیں۔ ان کا تذکرہ حضرت محمد غزالیؒ نے لکھا ہے اور حضرت عبد الرحمٰن جامی نے کتاب نفحات الانس میں لکھا ہے کہ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ کے مرید حضرت قضیب البانؒ موصلی نماز پنجگانہ نہیں پڑھا کرتے تھے جب ان کا ذکر حضرت غوث الاعظمؒ سے کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ان کی بابت تم لوگ کچھ نہ کہا کرو۔

کیونکہ اس کا باطن ہمیشہ سجود میں ہے۔ ایسے مجنوں نا عقل مندوں کے حق میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ جو میرے مشاہدے کی شراب کے نشہ سے مست و مدہوش ہیں ان کو ارشاد فرماتا ہوں، کہ جب میں اپنے جمال باکمال کے چہرۂ زیبا سے پردہ اٹھا دوں اور تم کو مقام ربوبیت میں پہنچا دوں تو اس حالت میں تم آداب ظاہری بجا لانے کی کوشش نہ کرو۔ کیونکہ میرے مشاہدے کی جنت میں مجاہدہ کی ضرورت نہیں اب تمہارا جنونِ عشق مرفوع القلم ہو گیا ہے۔ اب تم پر کوئی شرعی ذمہ داری باقی نہیں رہی۔ جیسا کہ پاگل پر شاہی قانون کی ذمہ داری نہیں ہوتی خواہ وہ کسی کا خون ہی کر دے، جو جی چاہے کرے اسے سزا نہیں دی جائے گی۔

ہر کہ کرد از جام حق یک جرعہ نوش
نے ادب ماند در او نے عقل و ہوش

ترجمہ: یعنی جس شخص نے خدا کی محبت کا ایک گھونٹ بھی پی لیا، وہ لوگوں کی نظروں میں سودائی ہو گیا۔

خواجہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کو جب محویت حاصل ہوئی تو ظاہری رسم پرستی میں فرق آ گیا۔ یہ دیکھ کر ظاہر پرستوں نے کہا۔ خواجہ صاحب وقت پر نماز ادا نہیں کرتے۔ آپ نے ان ظاہر پرستوں کی شورش دیکھ کر فرمایا۔ ؎

ما در پیالہ عکس رخ یار دیدہ ایم
اے بے خبر ز لذت شرب مدام ما

ترجمہ: ہم نے دل کے پیالہ میں دوست کے رخِ انور کو دیکھ لیا۔ جس سے تم لوگ بالکل بے خبر ہو۔

حضرت مولانا رومؒ اسی مقام پر پہنچ کر فرماتے ہیں۔

رباعی ؎

دے بر سر کوئے ترک غارت کردم
مر پاکاں را جذب زیارت کردم
شکر آنکہ روزہ خوردم رمضاں
در عید نماز بے طہارت کردم

ترجمہ: دوست کے کوچہ میں جب ہم نے سامانِ عیش یعنی خواہشات نفسانیہ کو ترک کر دیا تب پاکوں کی زیارت نصیب ہوئی۔ اس کے شکرانہ میں ہم نے روزے ترک کر دیے اور نماز عید بغیر وضو کے پڑھی۔

اس رباعی کی شرح شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اس طرح لکھی ہے کہ رمضان شریف میں روزہ کھائے کے یہ معنی ہیں کہ مجاہدہ سے مشاہدہ تک نوبت پہنچ گئی تو ریاضت ترک کر دی اور نماز بے طہارت سے مراد ہے کہ جب وصل کی عید میسر آگئی اور جدائی کا دردِ الم جاتا رہا۔ اور حضوری بے کیف جو کہ حقیقت صلوٰۃ ہے ہر وقت رہنے لگی۔ یہاں تک کہ ظاہری طہارت اور عدم طہارت میں سوتے جاگتے غرضیکہ ہر حالت میں حضوری موجود ہے۔ اب کس کو یاد کریں اور کس کی تلاش کریں۔

ع ساقی نے ہیں دکھلا دیے اب دن بہار کے
مزے جھوم جھوم لے رہے ہیں ہم خمار کے
ع حاجت نہیں نماز کی مستی میں زاہدا
کیا مرتبہ دیا ہے خدا نے سرور کو

اور مولانا جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

دلبرا چوں رُخ نمودی شد نمازِ من قضا
سجدہ کے باشد روا چوں آفتاب آید بروں

ترجمہ: اے محبوب جب تُو نے اپنا رُخ دکھایا تو میری نماز قضا ہو گئی کیونکہ سورج

کے جمال سے برتر تیرا جمال ہے اور سورج طلوع ہوتے ہی نماز فجر قضا ہو جاتی ہے اور حضرت بو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

شراب شوق او خوردن حلال است
دمے بے یادِ او بُردن حرامے!

ترجمہ: دوست کے شوق کی شراب ہر وقت پیو۔ ایک دم بھی غافل ہونا حرام ہے

نمازے میگزارم در خرابات
رکوع و نے سجود و نے قیامے

ترجمہ: شراب خانہ میں ہم نماز پڑھتے ہیں جس میں نہ رکوع ہے نہ سجدہ نہ قیام

یاد رکھیے! کہ ایک شخص تلاشِ یار میں جویاں و پویاں ہے جب تک اسے محبوب نہیں ملتا ہر طرح کی حیرانی و پریشانی کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے اور دوسرا شخص دوست کے پاس پہنچ کر دیدار فیض آثار سے محو وست اور وصل سے مسرور ہے۔ ان ہر دو اشخاص کی حالتوں میں بڑا فرق ہے۔

حضرت معین الدین اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ اہل محبت کی فریاد بوجہ شوق و اشتیاق اس وقت تک رہتی ہے جب تک کہ وہ دوست سے نہ مل جائیں۔ اس واسطے کہ عاشق اس وقت تک واویلا کرتا ہے جب تک اس کا وصال نہیں ہوتا۔ جب معشوق کو مل جاتا ہے تو گفت گو بیچ سے اٹھ جاتی ہے۔ جیسا کہ ندیوں کا بہتا ہوا پانی شور کرتا ہے لیکن جب سمندر میں جا گرتا ہے تو پھر آواز بس ہو جاتی ہے۔ اسی طرح جب عاشق و معشوق کا وصال ہو جاتا ہے تو عاشق واویلا نہیں کرتا۔ پھر فرماتے ہیں کہ عشق و محبت میں گفتگو اور حرکت مشغول ہیں یہ اس وقت تک ہے جب تک باہر ہیں جب اندر آجاتے ہیں تو پھر آرام و خاموشی اور سکوت حاصل ہو جاتا ہے فریاد اور شور سب جاتے رہتے ہیں۔

پروانہ اک پتنگا، جگنو بھی اک پتنگا
وہ روشنی کا طالب! یہ روشنی سراپا

پہلے شخص کی حیرانی و سرگردانی اور دوسرے کی وجدانی حالت دیکھ کر ہر شخص معلوم کر سکتا ہے۔ کہ اول الذکر ابھی اپنے مطلب تک نہیں پہنچا اور مؤخر الذکر اپنا مدعا حاصل کر چکا ہے۔ صرف ظاہری ٹیپ ٹاپ اور ریاکاری کی عبادت ادھوری تلاش ہے جس سے مطلب و مدعا حاصل ہونے کی کوئی امید نہیں ہو سکتی۔ بلکہ ایسے شخص موردِ عتاب ہوتے ہیں نیز اس مذکورہ بالا آیت لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَ اَنْتُمْ سُکٰرٰی میں اہلِ غفلت کو بھی مخاطب کیا گیا ہے کہ جو لوگ، ہوائے نفسانیہ اور شہوت کی شراب سے مدہوش ہیں وہ جب تک ان بدافعالیوں سے باز نہ آئیں اس وقت تک نماز یعنی مشاہدۂ الٰہی کے قریب آنے کی خواہش نہ کریں۔ کیوں کہ کسی کے سر میں کرسی نشینی کا نشہ ہے اور کسی کو ممبر ہونے کا نشہ۔ کسی کو جاہ جلال کا نشہ ہے تو کسی کو دولت مند ہونے کا نشہ ہے کسی کو مفتی ہونے کا نشہ ہے تو کسی کو شمس العلماء ہونے کا نشہ۔ کسی کو نعلبند کے لڑکے پر عاشق ہونے کا نشہ ہے (نعلبند کے لڑکے اور مفتی ہمدان کا قصہ گلستان میں شیخ سعدیؒ نے لکھا ہے۔ وہاں ملاحظہ ہو) اور کسی کو فضل بیگم سناری اور علامہ مولوی صاحب عبدالعزیز دیندار کا قصہ ضلع فیروزپور بھارت میں ہر شخص سرزاں کا زبان زدِ عام افسانہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہمارے دربار میں جب آؤ تو دماغ کو ان تمام نشوں سے خالی کر کے آؤ اور دل میں عاجزی و یکسوئی لے کر آؤ، ورنہ ہماری نعمتِ عظمیٰ کے قریب بھی نہ بھٹکو۔ کیونکہ اس کے بغیر ہماری نزدیکی یعنی نماز جائز نہیں۔ سرکش انسان نے سمجھ لیا کہ نشہ نماز سے چھٹکارے کا نام ہے کیونکہ خداوند عزوجل کا حکم ہے کہ مخموری میں نماز کے قریب بھی مت جاؤ۔ کاش! وہ ارشادِ ربانی کے نازِ محبوبیت تک رسائی

پا سکتے اور معلوم کرلیتے. کہ نماز محبوب کی نزدیکی کا نام ہے اگر ہمارے دماغ میں غیریت کا نشہ ہوگا تو ہجر و فراق میں دور پھینک دیے جائیں گے ؎

پیش حق یک نالہ با روئے نیاز
بہ کہ عمرے در سجود اندر نماز
کم تر از کم شو اگر داری خبر
این طریقہ کاملاں ست اے پسر

ترجمہ: خدا کے آگے عاجزی ایک ساعت بہتر ہے تمام عمر غرور کے ساتھ نماز پڑھنے سے۔ اور کاملوں کا یہی طریقہ ہے.

نماز پڑھنے والوں کی پہلی منزل

اسلام پر چلنے والوں اور نماز پڑھنے والوں کے لیے سب سے پہلی منزل اصلاح نفس کا طے کرنا ضروری ہے۔ دلوں کو نرم کرنا، سینوں کو کھول دینا، اللہ کے خوف سے اپنے آپ کو گرا دینا اس بادشاہِ زمین و آسمان کے ڈر سے اپنی پگڑی اتار کر گلے میں ڈال لینا اور دو، دو کا آپس میں مل کر آنسوؤں کا بے محابا تار باندھ دینا، اصلاح نفس کی پہلی منزل ہے۔ مردمی اور مردانگی کی طرف پہلا قدم ہے۔ شیطان سے لڑائی اور خدا سے دوستی کی پہلی تیاری ہے۔ شیطان دلوں کے اندر پتھر سے زیادہ سخت بت بنانے اور دلوں کی زمینیں پتھرا دینے میں وہ شاہکار اور ایسا فریب معمار ہے کہ قرآن کریم نے کفر کی حالت کا نقشہ کھینچ رکھا ہے کہ:

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ

مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝٧٤

(پارہ ۱ سورۃ البقرہ ۲ ، رکوع ۹)

ترجمہ : اے لوگو ! اس کے بعد تم سب کے دل سخت ہو گئے اور ایسے ہوگئے کہ گویا وہ پتھر ہیں بلکہ اس سے بھی سخت تر اور پتھروں میں تو بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جن سے دریا کے دریا پھوٹ بہتے ہیں ۔ اور پتھر تو ایسے بھی ہیں جو اندر کے دباؤ سے پھٹ جاتے ہیں ۔ اور ان سے پانی کے چشمے پھوٹ نکلتے ہیں اور پتھر ایسے بھی ہیں جو خدائے ذوالجلال کے خوف سے بالآخر اپنے مقاموں سے گر پڑتے ہیں مگر تم وہ پتھر تھے کہ کسی طرح عاجز اور نرم نہ ہوئے تو یاد رکھو کہ خدا تمھاری کارستانیوں سے خوب واقف ہے جریں دردناک سزائیں دے رہا ہے ۔

تو گویا شیطان کے پتھرائے ہوئے کافر دلوں سے عاجزی ، ان کا اللہ کے ڈر سے اپنے آپ کو گرا دینا ، ان سے آنسوؤں کا پھوٹ بہنا ممکن نہیں ۔ علمائے ظواہر و بے ادراک اور مرشد و رہبر مغرور جو اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہیں ۔ تمہارا فرض ہے کہ بلند مقاموں سے اپنے آپ کو گرا اور عاجز ہو کر چشموں کی طرح پتھر بھی ہو تو پھٹ کر پھوٹ بہو ۔ مالک زمین و آسمان سے ڈر کر اپنے مغرور نفسوں کو گرا دو ۔ بڑائی کو چھوڑ کر آپس میں مل جاؤ ، خود اپنے نفس کی اصلاح کا کام بے خطر شروع کر دو ۔ آپ خدمت کر کے اوروں کو باہمی ہمدردی پر آمادہ کرو ۔ فاروق اعظم کی طرح امیر المومنین اور بادشاہ اسلام ہو کر مشک کندھے پر لاد دو ۔ بوڑھی ، اپاہج اور بیوہ عورتوں اور یتیم بچوں اور بیکس لوگوں کے گھروں کی خدمت روزانہ کر کے ہر طرف سے سلام کرتے گزر جاؤ ۔ عاجز ہو ۔ زمین پر دھیمے دھیمے چلو ، نظریں نیچی ہوں ۔ کلام شیریں ہو ۔ ہر ایک سے مساوات ہو ۔ الغرض خُلق ہو ، خدمت خلق ہو ، خالق کا خوف ہو ، ایک ہزار برس کے لیکچروں اور جلسوں یا چندوں اور اشتہاروں سے

کی غلامی میں گزارا۔ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ظہور کے وقت مسلط تھے اور جو ہر مُردہ قوم پر ہر وقت مسلط رہتے ہیں۔ اس طرز ریا کا لازمی اور طبعی نتیجہ یہ ہُوا کہ مسلمانوں کے اندر سے وہ تمام خوبیاں نکلتی گئیں جو خدا کی عبادت کے صحیح مفہوم اور اللہ تعالیٰ کی دن رات کی نوکری میں مضمر تھیں ادھر مولویوں اور علمائے دین نے اسلام کی بگڑتی ہُوئی حالت کے باوجود قانونِ خدا کی ان حیرت انگیز تحریفوں کی تائید کی۔ اللہ تعالیٰ کے ناقابلِ بدل قانون کو مکاری سے چند قرنوں کے اندر تحریراً بدل دیا آیاتِ خداوندی کو چھپا کر اپنے نفس اور باقی مسلمانوں کے لیے آسانیاں پیدا کیں۔ اور اپنے پیٹ آگ سے بھر دیے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۙ اُولٰۗىِٕكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ ۱۷۴

(پارہ ۲۔ سورۃ البقرۃ ۲ رکوع ۲۱)

ترجمہ: جو لوگ قرآنی آیتوں کے صحیح معنوں کو چھپاتے اور اس جُرم کے بدلے اپنی قلیل روزی کماتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں۔

عبادت کو وہی نماز اور تسبیح وغیرہ قرار دیا حالانکہ قرآن کریم میں کئی موقعے ایسے ہیں جہاں ایک ہی آیت میں "عبادت" کے لفظ کو "الصلوٰۃ" کے لفظ سے علیحدہ کر دیا ہے۔ ایمان کو منہ سے خدا کا اقرار قرار دے کر سب اُمت کو اور اپنے آپکو مسلمان بنائے رکھا۔ پتھر کے بُتوں، ہندوؤں کی دیویوں اور مُورتیوں کو خدا کے شریک ظاہر کر کے مسلمانوں کی پیٹھ ٹھونکی کہ وہ مشرک نہیں مومن ہیں۔ جنت کے حقدار ہیں۔ اللہ کے لاڈلے ہیں۔ خدا ان کے انتظار میں جنت کی کُنجیاں لے کر بیٹھا ہے۔

مسلمانوں کو سمجھ لینا چاہیے کہ اس تمام مذہبی حمیت اور اسلامی جوشِ مالی اور جانی قربانیوں کے باوجود اگر اللہ کے ہاں ان کی کوششیں مقبول نہیں ہوتیں۔ تو اس کی

پر نہ بھی ہو تو آخرت اور قیامت کو جنت ضرور ہے لیکن سردست صرف تکلیف۔ بے پیسے کچھ مزدوری نہیں فوراً کوئی اُجرت نہیں۔ یہ اس لیے کہ اس دنیا کے کارخانے کی بناء سعی عمل پر ہے جس قدر کسی نے تکلیف اٹھائی اسی قدر اجر آخر کو مل گیا۔ شیطان اس کارخانے کی بنا توڑنا چاہتا ہے اور بغیر تکلیف کے اجرت دے دیتا ہے۔

چاہیے تھا کہ بادشاہت حاصل کرنے کے بعد بھی مسلمان اِعْبُدُوا اللّٰہَ کی نفع مند حکمت اور خدا کو خوش رکھنے کی اس بے مثال راہ پر قائم رہے۔ بادشاہت کو خدا کی غلامی کا لازمی نتیجہ سمجھ کر ماسوا کے غلام نہ بنتے لیکن جب بادشاہت اور اس کے لوازمات حاصل ہو گئے جہانگیری اور جہانبانی کا ڈنکا بج چکا اور بہتوں نے سمجھ لیا کہ خدا اب ہمیشہ کے لیے ہم سے خوش ہے بلکہ ہم ہی اس دنیا کے اندر اس کے چاہتے ہیں تو مسلمانوں نے آہستہ آہستہ غیر خدا اور ماسوا سے پھر لگاؤ شروع کیا۔ حکم دینے والے بُتوں اور نفس کے پھر بندے بننے لگے۔ لذت اور خواہشات کو جائز قرار دینے کے لیے نہایت مکاری سے اسلام کی توڑ مروڑ شروع کی۔ اِعْبُدُوا اللّٰہَ کے الفاظ کو لیکر نہایت ہوشیاری سے اس کا باوا آدم بدل دیا اور اعلان کر دیا کہ اِعْبُدُ اللّٰہَ اور عبادت خدا کے معنی یہ ہیں کہ خدا کی نمازیں پڑھو۔ اس کا نام تسبیحوں پر لو۔ اس کو ایک کہتے رہو۔ کلمہ شہادت کو رٹو۔ پتھر کے بُتوں کے آگے ماتھا نہ ٹیکو۔ ہندوؤں کی طرح بُت پرست مت بنو، عیسائیوں جیسے مسیح پرست نہ ہو وغیرہ وغیرہ۔

سہ

مسجد تو بنا دی تھوڑے ہی دنوں میں جیسے نہ تھے سو مانگ لیے
دل کیسا پُرانا پاپی ہے برسوں میں نمازی بن نہ سکا

الغرض یہ پنج وقتہ سجدے اور کلمے جو زیادہ سے زیادہ چند لمحوں میں ادا ہو سکتے تھے، خدا کے لیے وقف کر کے باقی تمام وقت اپنے ان پُرانے معبودوں

وجہ یہ ہے کہ ان میں اللہ کی بندگی صحیح معنوں میں قطعاً نہیں رہی۔ یہ شرک میں صحیح معنوں میں گرفتار ہیں توحید کے علمبردار ہرگز نہیں ہوسکتے۔ ان کو قرآنی شہادت دیکر بتلاتا ہے کہ اللہ کی عبادت کا لازمی اور منطقی نتیجہ بادشاہت زمین ہے بلکہ جو قوم بھی خدا کی زمین کی وارث ہے یا وارث بننے کی کوشش کر رہی ہے وہ اِنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا

عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ۔

ترجمہ: "زمین کے وارث تو اصل میں ہمارے عبدہ، صالح اور نیک بندے ہی ہیں"

اس خدائی فرمان کے مطابق صحیح معنوں میں عابد ملازم خدا ہے، وہی صالح ہے اور خدا بھی اسی سے خوش ہے کہ جو چوبیس گھنٹے خدا کی نوکری میں رہے صرف چند لمحوں کے لیے ہی خدا سے نہ ڈرے اور فوراً خدا سے بھی بغاوت نہ کرے۔ ان پر اچھی طرح اور نہایت وثوق سے ذہن نشین کرتا ہے کہ خدا کی دوستی اور بادشاہت کا انعام اس وجہ سے نہیں ملا کہ تمہارے نزدیک توحید یہ ہے کہ صرف پتھر کے بتوں یا دیوتاؤں کے سامنے ماتھا نہ ٹیکا جائے اور اپنا نام کمال الدین اور عبداللہ رکھ کر مسلمانی کا اقرار کر لیا جائے۔ خدا کے نزدیک اصلی عبداللہ اور سچا بندہ ہونا یہ ہے کہ پتھر کے بتوں کے ساتھ ساتھ نفس کے خوفناک بتوں کو توڑا جائے۔ دل کے اندر ان زندہ حکمرانوں کا کہا نہ مانا جائے جو ہر آن اور ہر لحظہ خدا کے احکام میں دخل دیتے رہتے ہیں جو ہر وقت خدائے ذوالجلال کی پوری نافرمانی کرا کر رہتے ہیں۔ کمال دین اور اصل اسلام یہ ہے کہ اسلام کو مال سے محبت نہ ہو۔ جان پیاری نہ رہے، اولاد کی پرواہ نہ رہے۔ باغ، مکان، طویلے گھر کا اسباب، زن، زر، زمین، گھوڑے، مویشی سب ہیچ نظر آئیں اور ہر دم نظر آتے رہیں۔ سب کے حکموں کو رب ذوالجلال کے حکموں کے بالمقابل بے حقیقت سمجھا جاوے

یہی وہ گُر ہے ہیں:

أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلٰهَهُ هَوَاهُ ... ۲۳

(پارہ ۲۵ سورہ جاثیہ ۴۵، رکوع ۱۹)

ترجمہ: "جو شخص نفسِ امارہ کی خواہشوں کو پورا کر رہا ہے، وہ بُت پوجا کرتا ہے۔"

یہ بُت ہر وقت انسان کے ساتھ لگے رہتے ہیں۔ رات دن ان ہی کی پرستش فی الحقیقت ہو رہی ہے، ان ہی کے حکموں کو خدا کے حکموں پر ترجیح دی جاتی ہے ان ہی کی شہ پر خدا سے ہر دم بغاوت ہے۔ ان ہی کو خدا کا شریک بلکہ سچ پوچھو تو خدا سے بہتر مانا جاتا ہے نفس کے بُت چھ بیس گھنٹے حکم دے دے کر انسان کو خدا سے پرایا کر دیتے ہیں۔ آدمی صرف اپنے نفس میں مست رہتا ہے صرف اپنی ذات سے متعلق کاموں میں لگا رہتا ہے مسلمان آج صرف منہ سے خدا کو ایک کہتا ہے اور دن میں چند منٹوں کے لیے اس کا کلمہ پڑھ کر باقی وقت ان بُتوں کی بندگی میں نہایت شوق سے بلکہ اطمینان سے گزارتا ہے اور عملاً ایک نہیں ہزار خداؤں کا بندہ بنا رہتا ہے۔ اس حالت میں مسلمان کا ہر وقت لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کہتے رہنا بے نتیجہ ہے اللہ سے انعام کی امید فضول ہے۔ خدا کو دھوکا دینا کیا اپنے نفس کو دھوکا دینا ہے۔ زندہ قوم کا توحید کے اصل اصول سے کسی وقت کسی لحظہ بھاگنا محال ہے مسلمانوں کی توحید کا کسی زمانے میں یہ رنگ تھا کہ حضرت جنیدؒ ایک مرتبہ صرف تکیہ اور مٹی کا پیالہ لے کر اسلام کے دشمنوں سے لڑائی کے لیے گھر سے نکلے خدا کی راہ میں جان دینے کا شوق اور جوش اس قدر تھا اور اسلام کو مدد اس قدر درکار تھی کہ بُری خبر سننے کے بعد گھر بار خانماں، فرزند و زن سب کو چند لمحوں کے اندر رخصت کر دیا۔ کچھ دیر سفر کرنے کے بعد پیالہ کو دیکھ کر خدا کے سچے پرستار کو نظر آیا کہ ایسے آڑے وقت میں آرام پسندی کے اس بُت کو ساتھ لگائے رکھنا توحید کے منافی ہے۔ وہیں پیالہ توڑ دیا۔ آگے چل کر تکیہ کی طرف نظر

کی۔ اس میں بھی شرک کا وہی خوفناک بُت دکھائی دیا۔ پھینک دیا اور بوجھ ہلکا ہونے پر دو منزلوں کی ایک منزل کر کے پہلی صف میں شریک ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی توحید کو بے لوث رکھنے کے لیے اپنی بڑھتی ہوئی فوج کو عام حکم دیا کہ سپاہی جس ملک کو فتح کریں اس میں زمین نہ خریدیں، گھر نہ بنائیں، ہاتھ کا بُنا ہوا کپڑا نہ پہنیں۔ اس ملک کی عورتوں سے بیاہ شادی نہ کریں۔ مقصود یہ تھا کہ فتح کی رفتار تھمنے نہ پائے اور جب تک فوج کا یہ عالم رہا اسلام کو کوئی شے نہ روک سکی۔

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

وجودِ تو شہریست پُر نیک و بد
تو سلطان و دستور دانا خرد

ترجمہ: تیرا وجود شہر ہے جس میں نیک و بد رہتے ہیں۔ اس میں تو بادشاہ ہے اور عقل تیری وزیر ہے۔ ؎

ہمانا کہ دونان گردن فراز
دریں شہر کبراند سودا و آز

ترجمہ: اور اس شہر میں کمینے اور اکڑخان، غرور، تکبر اور حرص ہیں۔

رضا و ورع نیک نامان و حُر
ہوا و ہوس رہزن و کیسہ بُر

ترجمہ: رضا اور پرہیزگاری نیک نام ہیں۔ خواہش اور حرص چور اور گانٹھ کاٹنے والے ہیں۔

چو سلطاں عنایت کند با بداں
کجا ماند آسائش بخرداں!

ترجمہ: جب بادشاہ بروں کو سزا نہ دے تو نیکوں کے لیے آرام کب ہوگا۔

ترا شہوت و حرص و کین و حسد
چو خوں در رگاں اند جاں در جسد

ترجمہ : تیری شہوت اور حرص اور غصہ اور حسد جسم میں مثل خون اور جان کی طرح پھر رہے ہیں۔

گر ایں دشمناں تربیت یافتند
سر از حکم و روئے تو برتافتند

ترجمہ : اگر یہ دشمن پرورش پا گئے تو تیرے حکم سے منہ پھیر لیں گے۔

ہوا و ہوس را نماند ستیز
چو بیند سر پنجۂ عقل تیز

ترجمہ : خواہشات فاسدہ کو سر اٹھانے کا موقع نہ ملے گا جب عقل کا سایہ ان پر تیز ہوگا۔

نہ بینی کہ شب دزد او باش و خس
نہ گردند جائیکہ گردد عس

ترجمہ : کیا تو نہیں دیکھتا کہ رات کو چور اچکے اس طرف نہیں جاتے جہاں تھانیدار کا پہرہ ہو۔

رئیسے کہ دشمن سیاست نہ کرد
ہم از دست دشمن ریاست نہ کرد

ترجمہ : جس رئیس کا دشمن پر دبدبہ نہیں وہ دشمن کے ہاتھ سے سلطنت نہیں کر سکتا۔

نخواہم دریں نوع گفتن بسے !
کہ حرفے بس از کار بندد کسے

ترجمہ : زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے عقلمند کو ایک حرف ہی کافی ہوتا ہے۔

خواہی کہ دلت صاف شود آئینہ
دہ چیز بروں کن ز درون سینہ

ترجمہ : جو چاہے کہ دل تیرا آئینہ ہو وے تو سینے سے دس چیزوں کو نکال باہر کر۔

حرص و حسد و بخل و حرام و غیبت
بغض و غضب و کبر و ریا و کینہ

ترجمہ: حرص اور حسد اور بخل اور حرام اور چغلی، غصہ اور غضب اور تکبر اور ریا اور کینہ۔

روحانیت کو صحیح معنوں میں پیدا کرنے کا واحد راز خدا کی ملازمت ہے اور اگر اس بندگی میں خدا کی مخلوق کے کسی حصہ حتیٰ کہ حکومت سے انتقام یا دشمنی کا جذبہ ہو تو اس روحانیت کا مفقود ہو جانا اٹل ہے۔ پس اصلاح نفس کے ہر حال میں سیاست کی بجائے روحانیت کا بدرجہ اتم ہونا ضروری ہے۔ اصلاح نفس میں صرف خدا سامنے ہے اور پروردگار عالم کی پیشی میں کسی سے الگ رکھنا ہرگز درست نہیں۔ اصلاح نفس کے عالم کا سلوک ہر شخص سے بلاتفریق رنگ و مذہب یہ ہو کہ ہم خدا کے ہیں، خدا سے اجرت مانگتے ہیں۔ اس سے اجرت مانگ کر خدا کے موجود ہونے کی صاف گواہی دے رہے ہیں۔ ہم اپنے خلق، خاکساری اور عاجزی کے زور پر ہر شخص کو اپنا نوکر نہیں خدا کا نوکر بنا کر رہیں گے۔ توپ، تلوار اور بندوق کی ہمیں چنداں ضرورت نہیں۔ اس دارالاقامت یعنی چند دن کے بسیرا میں زندگی نہایت سادہ ہو، لباس اسلامی ہو، کھانے متکلف نہ ہوں، پیدل چلنا ہو، دل صاف ہو، کپڑے اجلے ہوں، مکان ستھرا اور روشن ہو، مذہب پر خاموش اور اجتماعی عمل ہو، کسی کے مذہبی عقیدے کے متعلق ذکر نہ ہو، عام خاموشی ہو، بلکہ عام خاموشی کے سوا خاموش ذکر و فکر کے لیے کچھ وقت بھی ضرور مقرر ہو۔

وا نہ کرنا فرقہ بندی کے لیے اپنی زباں
چھپ کے ہے بیٹھا ہوا ہنگامۂ محشر یہاں
وصل کے اسباب پیدا ہوں تری تحریر سے
دیکھ کوئی دل نہ دکھ جائے تیری تقریر سے

محفلِ نَو میں پُرانی داستانوں کو نہ چھیڑ
رنگ پر جو اَب نہ آئیں اُن افسانوں کو نہ چھیڑ
جذباتِ نفس سب تیرے ادنیٰ غلام ہیں
صد حیف تو غلام ہوا اپنے غلام کا

نماز کے متعلق نکات

دن رات کا مشاہدہ شاہد ہے کہ اکثر نمازی مسلمان سیدھی سادھی نماز پڑھ کر سمجھ لیتے ہیں کہ یہی اُخروی اور سچا مسلمان ہو جانے کے لیے کافی ہے اور اس سے آگے قدم نہیں اُٹھاتے، حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ نماز اسلامی احکام سے بری الذمہ نہیں کر دیتی بلکہ یہ صرف کافر و مسلم میں تمیز کرنے کی ایک علامت ہے اور بس۔ جس نے پڑھی وہ مسلمان اور جس نے نہ پڑھی وہ گنہگار، اور جس نے انکار کیا وہ کافر۔ اب نماز پڑھ کر انسان مسلمان کہلانے کا مستحق تو ہو گیا۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں منافق پڑھتے تھے اور مسلمان کہلاتے تھے لیکن موقع پا کر پھر وہی دشمن ہو جاتے تھے۔ ایسا ہی آجکل کے عام نمازی بھی منافقانہ نمازیں پڑھتے ہیں لیکن جو باقی کام کرنے کے ہیں وہ نہیں کرتے۔ اس کی مثال یُوں سمجھ لیجیے کہ فوجی بھرتی کرنے والا افسر ہاتھ میں لکڑی کا ایک پیمانہ لیے پھرتا ہے۔ جو شخص اس کے ساتھ ناپ میں پورا اُترے اسے بھرتی کر لیتے ہیں اور جو قد و قامت اور دوسرے اوصاف میں پورا نہ اترے اُسے اَن فِٹ (UN FIT) یعنی ناقابل کر کے نکال دیتے ہیں۔ اب ناپ اور دیگر اوصاف میں پورا اترنے والا بھرتی تو ہو گیا لیکن جو فرائض بعد میں انجام دینے ہیں وہ ابھی باقی ہیں صرف بھرتی ہونا ہی کافی نہیں۔ اسی طرح نماز پڑھنے والا آدمی مسلمان کہلانے کا مستحق

تو ہو گیا لیکن مسلمان ہو کر بعد میں جو کام کرنے ہیں وہ ابھی باقی ہیں مثلاً صلہ رحمی، یعنی رشتہ داروں سے قطع تعلق نہ کرنا، لوگوں کا شکوہ و شکایت ۔ چوری، بُغض زناکاری، شراب نوشی، حسد، بخل وغیرہ بڑے کاموں سے بچنا اور ہر ایک کے ساتھ خُلق سے پیش آنا۔ غرباء اور مساکین کی مدد کرنا، عیب جوئی و بدگوئی سے بچنا اور ہر قسم کے حقوق اللہ و حقوق العباد کو بجا لانا۔ ذکر، شکر، خدمت، اطاعت، ایثار، قناعت ۔ توحید، توکل، تسلیم، رضا وغیرہ پر کاربند ہونا۔ جو شخص نماز پڑھ کر دوسرے بُرے کاموں سے نہ بچے۔ وہ اس طرح سچا مسلمان کہلانے کا حق دار نہیں جس طرح فوج میں بھرتی ہو کر کام نہ کرنے والا وردی سمجھا جاتا ہے۔ بعینہٖ یہ نمازی ظاہر میں تو مسلمان اور باطن میں خدا جانے کیا بلا اور کون سی آفت ہے۔

لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ وَالْکِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ ۚ وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَھْدِھِمْ اِذَا عٰھَدُوْا وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ ○

(پارہ ۲ سورۃ بقرہ۔ ۲ ۔ رکوع ۲۲)

ترجمہ: صرف اسی بات کو نیکی خیال نہ کرو کہ کعبہ کی طرف یا کسی اور طرف اپنا منہ کر کے کھڑے ہو جائے بلکہ نیکی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور قیامت کے دن پہ اور فرشتوں پہ اور اللہ تعالیٰ کی کتاب پر

اور سیتیموں پر، اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے مال و دولت دی ہے اس میں سے راہِ خدا میں اپنے رشتہ داروں اور مسکینوں اور مسافروں کو دو اور نیک کام کرو، نماز کو قائم رکھو اور زکوٰۃ دو، اور جو وعدہ کرو پورا کرو اور سچ بولا کرو۔ اور اگر ایسا کرو گے تو تم پرہیزگار اور میرے پیارے بن جاؤ گے۔"

اس آیۂ کریمہ کو پڑھنے سے یہ امر اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ نماز اسلام کی انتہائی منزل نہیں بلکہ ابتدائی منزل ہے۔ جو لوگ نماز پڑھ کر اپنے آپ کو جملہ عیوب سے پاک اور جملہ شرعی ذمہ داریوں سے بری سمجھتے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں بلکہ نیک بننے کے لیے جملہ احکام کے بجا لانے کی ضرورت ہے۔

حکایت:

ایک عارف نے ایک خشک زاہد سے پوچھا کہ عمر میں تو بڑا ہے یا تمھاری داڑھی بڑی ہے۔ اس نے کہا کہ عمر میں تو میں بڑا ہوں کیونکہ داڑھی جب میں بالغ ہوا تب آئی۔ اس عارف نے کہا کہ داڑھی بعد میں پیدا ہو کر رنگ بدل گئی یعنی سفید ہو گئی لیکن تیری عادتوں میں تبدیلی نہ آئی۔ داڑھی تجھ سے بعد میں پیدا ہو کر تجھ سے آگے گزر گئی تو اسی روٹی شوربے کے خیال میں مست رہا۔ تو پہلی ہی حالت پر رہا۔ ایک قدم بھی ترقی کا آگے نہ اٹھایا۔

حدیث شریف: وَ اِنَّ رَجُلَ عَلٰی صَلٰوۃٍ دَائِمٌ وَلَا یُکْتَبُ لَہٗ عُشْرُهَا اِذَا کَانَ قَلْبُهٗ سَاهِیًا لَاهِیًا۔

ترجمہ: بعض انسان ہمیشہ نماز پڑھتے ہیں مگر ان کو اس کا ثواب دسواں حصہ بھی نہیں ملتا۔ کیوں کہ ان کے دل خدا کی طرف سے غافل ہوتے ہیں۔

حضرت عراقیؒ فرماتے ہیں:

بزمیں چوں سجدہ کردم ز زمین ندا ایں آمد
کہ مرا خراب کردی تو بہ سجدۂ ریائی

ترجمہ: جب میں نے زمین پر نماز کا سجدہ کیا تو زمین سے یہ آواز آئی کہ تُو نے مجھے ریاکاری کے سجدہ سے خراب کیا۔

علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں۔ ؎

میں جو سربسجدہ کبھی ہوا تو زمیں سے آنے لگی صدا
تیرا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں

فقراء کا گروہ ایسا ہے کہ ان کا ہم نشین بدکار رہ ہی نہیں سکتا۔

یاد رکھیے کہ صالحین کی محبت انسان کو صالح بنا دیتی ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ۔

ترجمہ "یعنی قیامت کے دن انسان انہی لوگوں کے ساتھ ہوگا جن سے اس کو زیادہ محبت ہوگی۔"

ارشادِ خداوندی: یَوْمَ نَدْعُوْا کُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ ۔

(پارہ ۱۵ سورۃ بنی اسرائیل ۱۷ رکوع ۸)

ترجمہ: قیامت کے دن ہر شخص اپنے پیشوا کے ساتھ بلایا جائے گا۔

حدیث قدسی: هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَا یَشْقٰی جَلِیْسُهُمْ

ترجمہ: یعنی فقراء کا گروہ ایسا پاک ہے کہ ان کا ہم نشین بھی بدکار نہیں رہتا۔

یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ کوئی شخص اہلِ سادات کا دامن پکڑ کر منزلِ مقصود تک نہ پہنچے۔ ہاں حسنِ ارادت شرط ہے۔ کیونکہ اگر کسی کو کچھ ملا ہے تو طلب صادق سے ہی ملا ہے۔ طلبِ صادق کے ساتھ حسنِ ادب بھی شرط ہے۔ کیونکہ بے ادب آدمی ہمیشہ سوءِ ظن

کے مرض میں مبتلا ہوتا ہے اور وہ ہمیشہ محروم ہُوا کرتا ہے جیسے شیطان، باوجودیکہ ہزاروں پیغمبروں لاکھوں ولیوں اور کروڑوں کاملوں سے ملا مگر اسے کوئی پسند نہ آیا۔ شیطان نے یہ سمجھ لیا کہ اب تو اپنا دین اور ایمان خراب کر چکا ہوں اور اس کی درستگی کی سوائے سجدہ آدم علیہ السلام کے کوئی امید نہیں۔ مگر میں اس کو ہتک عزت سمجھتا ہوں۔ اب یہی بہتر ہے کہ اوروں کو گمراہ کرکے اپنے ساتھ ملایا جائے تاکہ دوزخ میں رونق سے بسر ہو اور اکیلے کی طبیعت نہ اکتا جائے۔

بقول مولینا روم رح

بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد
بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

ترجمہ: شیطان بے ادب اکیلا ہی نہیں رہا بلکہ بے شمار لوگوں کو بے ادب بنا کر اپنے ساتھ شامل کر لیا۔ اور وہ بے ادب خدا کے پیارے لوگوں کو بُری نظر سے دیکھتے ہیں۔ مولانا غلام رسول فرماتے ہیں

بے ادباں مقصود نہ حاصل وچ درگاہ نہ ڈھوئی
تے منزل مقصود نہ پہنچے باجھ ادب نہیں کوئی

؏ ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

عالموں کی قسمیں

سلف صالحین نے مشاہدے سے ثابت کیا ہے کہ عالم پانچ قسم کے ہیں

۱۔ عالم دنیا ۲۔ عالم شریعت ۳۔ عالم طریقت
۴۔ عالم حقیقت ۵۔ عالم معرفت

عالم دنیا وہ ہے کہ تکبر اور بغض و نفاق کی دستار سر پہ ہو اور کفرا بعضہ

نعرہ کا کفر بیگ بغل میں ہو اور علم کو ذریعہ معاش بنایا ہوا ہو۔ یہ عالم دنیا کے کتے ہیں: اَلدُّنْیَا جِیْفَةٌ وَّ طَالِبُهَا کِلَابٌ یعنی دنیا مردار ہے اور اس کے چاہنے والے کتے ہیں۔

حکایت:

مورخ ابن عساکر لکھتا ہے کہ:

جب ہارون الرشید اپنے باپ کی موت کے بعد خلیفہ مقرر ہوا تو اس کا دل باپ کی نصرانی کنیز پر آگیا اور اس کو ہمبستری کے لیے طلب کیا۔ لیکن اس نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں تمہارے باپ کی ہمخوابہ رہ چکی ہوں اور میں نے سنا ہے کہ اسلام میں ماں سے نکاح اور جماع جائز نہیں ہے۔ میں مسلمان ہو چکی ہوں اس لیے مسیحی دین چھوڑ کر اسلام کے احکام کی دل و جان سے پابند ہوں۔ لیکن ہارون الرشید اپنے دل کے ہاتھوں مجبور تھا۔ اس نے قاضی ابو یوسف کو ایک ہزار دینار بھیج کر بلوایا اور مسئلہ دریافت کیا۔

قاضی ابو یوسف نے کہا کہ اے امیرالمومنین! یہ فرض کر لینا کہ تمام عورتیں سچ بولا کرتی ہیں صحیح نہیں۔ ممکن ہے وہ جھوٹ بولتی ہو۔ آپ اس سے نکاح کر لیں۔ مورخ کہتا ہے کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس واقعہ میں کن کن باتوں کا تعجب کروں۔

کیا اس بادشاہ پر جس کے ہاتھوں میں مسلمانوں کے جان و مال دیے گئے ہیں اور وہ باپ کی حرمت کا لحاظ نہیں کرتا یا اس عورت پر جس نے بادشاہ کی خواہش سے انکار کیا۔ یا اس فقیہہ زمانہ قاضی ابو یوسف پر جس نے بادشاہ کو مشورہ دیا کہ باپ کی ہمخوابہ سے نکاح کر اور گناہ کا بار میری گردن پر رکھ۔

کیا قاضی ہمدان کے شراب پینے اور اغلام بازی سے یہ دونوں فعل بدجائز

ہو سکتے ہیں (گلستان میں شیخ سعدیؒ قاضی ہمدان کا حال لکھتے ہیں یہاں تحریر کرنا باعث شرم وحیا ہے۔ شوق والے گلستان باب پنجم میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں) یا قاضی ابو یوسف کے فتوے کے مطابق ماں کے ساتھ نکاح جائز ہو سکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔

بلکہ عالم بغیر عمل کے خود گمراہ اور لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔

مولینا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

ایں نہ مرداں اند ایں ہا صورت اند
مردۂ ناں اند وکشتہ شہوت اند

ترجمہ: یہ مرد نہیں صورتیں ہیں، شہوت اور حرص وہوا کی مورتیں ہیں۔

ظاہر نقرہ گر ابیض است و نو
دست وجامہ مے سیاہ گردد ازو

ترجمہ: چاندی کی طرح جو اگرچہ نئی اور سفید ہو۔ لیکن اس سے کپڑے اور ہاتھ سیاہ ہو جاتے ہیں۔

آتش ارچہ سرخ است از شرر
تو ز فعل او سیہ کاری نگر

ترجمہ: آگ اگرچہ سرخ اور چمکدار معلوم ہوتی ہے لیکن اس کا کام جلانا اور سیاہ کرنا ہے۔ ؎

برق ارچہ نور آید در نظر
لیک ہست از خاصیت دزد بصر

ترجمہ: بجلی دیکھنے میں اگرچہ منور اور روشن نظر آتی ہے لیکن اس کی خاصیت آنکھوں کو اندھا کرنا ہے۔

فہم خاطر تیز کردن نیست راہ
جز شکستہ می نگیرد فضل شاہ

ترجمہ: زیادہ باتیں بنانا خدا تک نہیں پہنچاتا بلکہ اللہ تعالیٰ عاجز دلوں کو پسند کرتا ہے۔

محبت کے لیے دل ڈھونڈھ کوئی ٹوٹنے والا
یہ وہ مے ہے جسے رکھتے ہیں نازک آبگینوں میں (اقبالؒ)

اے کاش! مسلمانوں کی توجہ اگر علم اخلاق و علم تصوف اور علم تاریخ کی طرف ہوتی تو آج اسلام کی یہ حالت نہ ہوتی جیسی کہ دین سے بے بہرہ علماء نے بنا دی ہے۔

علمائے شریعت: عالم شریعت وہ ہے کہ بعد حصول علم دینیات مسائل یَجُوْزُ وَلَا یَجُوْزُ یعنی جائز اور ناجائز کے جھگڑے میں گرفتار ہیں۔ یہ علمائے ظواہر کہلاتے ہیں۔ یہ لوگ ہیں اور آٹھ رکعت نماز تراویح اور رفع سبابہ آمین خفی و جہری کے جھگڑوں کا علم پڑھ لیتے ہیں اور بس۔ یہ لوگ اپنے علم ظاہری اور نماز روزہ پر نازاں ہوتے ہیں اور عام لوگوں کو تکبر سے خاطر میں نہیں لاتے۔

اللہ تعالیٰ ایسے عالموں کے حق میں فرماتے ہیں:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِیْنَ ۝ (پارہ ۲۴ سورت مومن ۳۰۔ رکوع ۶)

ترجمہ: جو لوگ میری عبادت کرکے تکبر کرتے ہیں میں ان کو دوزخ میں داخل کروں گا۔

اللہ تعالیٰ کو تکبر بالکل پسند نہیں بلکہ وہ ذات مقدس عجز کو زیادہ پسند فرماتی ہے

حدیث: یُحِبُّ کُلَّ قَلْبٍ حَزِیْنٍ

ترجمہ: تحقیق اللہ تعالیٰ عاجز دلوں کو زیادہ پسند کرتا ہے۔ (اس حدیث کو امام

بخاریؒ نے لکھا ہے۔

حدیث قدسی : اَنَا عِنْدَ مُنْکَسِرِ الْقُلُوْبِ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ شکستہ دلوں کے زیادہ قریب ہے۔

عالم طریقت : عالم طریقت وہ ہے جو ان ہر دو گروہ علماء سے الگ تھلگ ہے اور اپنے نفس کی درستگی میں کمر ہمت باندھے، پرہیزگار ہو۔ نفس امارہ کی برائیاں دُور کر کے صلحا میں داخل تو ہوا مگر ابھی انانیت یعنی خودی باقی ہے کیونکہ گنہگاروں سے بھاگتا ہے اور غیر شرع سے نفرت کرتا ہے۔ نفرت اس بات کی دلیل ہے کہ اپنے آپ کو ان سے بہتر سمجھتا ہے اور یہ نہیں جانتا کہ طریقت میں پہلا قدم دُوئی کو دُور کرنا ہے اور اپنے آپ کو مٹانا ہے۔

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

مرا پیر دانائے روشن شہاب
دو اندرز فرمود بروئے آب

ترجمہ: میرے پیر شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی ثم قادری رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے دو نصیحتیں کیں جب کہ ہم کشتی میں بیٹھے تھے۔

یکے آنکہ برخویش خود بیں مباش
دوم آنکہ بر غیر بدبیں مباش

ترجمہ: ایک یہ کہ اپنے آپ کو لوگوں سے اچھا نہ سمجھ۔ دوسرے یہ کہ دوسروں کو بُری نگاہ سے نہ دیکھ۔ ؎

طریقت ایں جُز نیست درویش را
کہ افگندہ دارد تن خویش را

ترجمہ: طریقت میں یہ اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے کہ اپنے آپکو سب سے ہیچ سمجھے۔

~ طریقت بجز خدمت خلق نیست
بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

ترجمہ: دینی خلق خدا کی خدمت کا نام ہے صرف تسبیح و مصلیٰ اور گودڑی استعمال کرنے سے طریقت حاصل نہیں ہوتی۔

عالم حقیقت: وہ ہے کہ رہبرِ کامل کے وسیلہ سے طریقت سے حقیقت میں پہنچے۔ اس وقت جملہ مخلوقات کو اپنے سے بہتر و افضل خیال کرتا ہے اب صلحا سے ابرار میں پہنچتا ہے۔

عالم معرفت: عالم معرفت وہ ہے کہ حقیقت سے مقام معرفت میں پہنچے۔ یہاں کوئی بھلا ہے نہ برا ہے بلکہ سب درجہ مساوات میں ہیں یعنی اس مقام میں اسرارِ مشیت سے واقف ہو کر ابرار سے مقربین میں داخل ہوتا ہے اور مقام قرب حاصل کرتا ہے۔ اس طریق کو راہِ سلوک و تصوف کہتے ہیں اور ایسے عالم کو صوفی اور عالم ربانی اور وارث انبیاء و خلیفۃ اللہ و قطب مدار و قطب الاقطاب کہتے ہیں اور ان اولیاء اللہ کے دل راہ ہدایت کے چراغ ہیں جو ان کا دشمن ہے وہ خدا اور رسول کا دشمن ہے۔

چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ معاذ بن جبل سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

عِبَادَ اللّٰهِ وَلِيًّا فَقَدْ بَارَزَ اللّٰهَ مُحَارَبَةً اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْاَبْرَارَ الْاَتْقِيَاءَ الْاَخْفِيَاءَ الَّذِيْنَ اِذَا غَابُوْا لَمْ يُفْتَقَدُوْا وَاِنْ حَضَرُوْا لَمْ يُقَرَّبُوْا قُلُوْبُهُمْ مَصَابِيْحُ الْهُدٰى يَخْرُجُوْنَ مِنْ كُلِّ غَبْرَاءَ مُظْلِمَةٍ ۔

(اس حدیث کا ابن ماجہ و بیہقی نے شعب الایمان میں ذکر کیا ہے۔

ترجمہ: "جو شخص اللہ کے دوست کے ساتھ دشمنی رکھے اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ لڑائی کی ٹھانی۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات کو پسند کیا ہے کہ میرے پیارے عام لوگوں کی نظروں میں پوشیدہ رہیں۔ جو غائب ہوں تو پوچھے نہ جائیں اور جو حاضر ہوں تو بلائے نہ جائیں۔ اور نہ پاس بٹھائے جائیں حالانکہ ان کے دل راہِ ہدایت کے چراغ ہیں جو ہر طرح کے فتنہ اور تاریکی سے نکلے ہوتے ہیں۔"

ارشادِ باری تعالیٰ :-

أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ۝ (پارہ ۲ سورہ بقرہ ۲، رکوع ۲۳)

ترجمہ: "میں دعا قبول کرتا ہوں جو شخص مجھے پکارے انھیں چاہیے کہ مجھ پر ایمان لائیں اور میرا حکم مانیں تاکہ وہ راستہ پاویں۔

جو لوگ اللہ کو یاد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول فرماتا ہے اور یہی لوگ راہ ہدایت پر ہیں۔

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ... ۝

(پارہ ۲۴، سورہ مومن ۴۰، رکوع ۶)

ترجمہ: فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم دعا کرو میں تمھارے واسطے قبول کروں گا۔

حدیث شریف: لَا يَرُدُّ الْقَضَاءَ إِلَّا الدُّعَاءُ

ترجمہ: "مومن کی دعا سے تقدیر بدل جاتی ہے۔"

چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

قادرا قدرت تو داری برکمال
اَنْتَ رَبِّیْ اَنْتَ حَسْبِیْ ذُوالْجَلَال

اے رسولِ کبریا فریاد ہے
یا محمد مصطفیٰ فریاد ہے

سخت مشکل میں پھنسا ہوں آجکل
اے مرے مشکل کشا فریاد ہے

گردن و پا سے میرے زنجیر و طوق
یا نبیؐ کیجے جدا فریاد ہے

قیدِ غم سے اب چھڑا دیجے مجھے
یا شہِ ہر دوسرا فریاد ہے

یا نبیؐ، احمد کو در پہ لو بلا
اس لیے صبح و مسا فریاد ہے

قصائد قاسمی مصنفہ مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانیٔ دارالعلوم دیوبند۔
اپنی حاجت کے واسطے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو غائبانہ پکارتے ہیں اور امداد طلب کرتے ہیں۔

مدد کر اے کرمِ احمدیؐ کہ تیرے سوا
نہیں ہے قاسم بے کس کا کوئی حامی کار

جو تو ہی ہم کو نہ پوچھے تو کون پوچھے گا
بنے گا کون ہمارا تیرے سوا غم خوار

رجا و خوف کی موجوں میں ہے امید کی ناؤ
جو تو ہی ہاتھ لگائے تو ہووے بیڑا پار

٭

اسمِ اعظم سیکھنے کے لیے
حضرت امام جعفر صادق سے ایک شخص کا سوال

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی شخص نے اسمِ اعظم سیکھنے کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا پہلے اس حوض میں غسل کرو۔ وہ شخص حوض میں غسل کرنے لگا۔ سردی کا موسم تھا اس آدمی نے غسل کرنے کے بعد حوض سے نکلنا چاہا۔ تو امام صاحب نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ اسے باہر نہ آنے دینا۔ وہ شخص باہر آنے کے لیے ہاتھ پاؤں مارتا مگر وہ لوگ پھر پانی میں دھکیل دیتے۔ اس نے بہت منت سماجت کی۔ چیخا چلایا مگر کسی نے نہ سنا۔ آخر اسے یقین آگیا کہ یہ لوگ مجھے مار ڈالنا چاہتے ہیں۔ تب اس نے خدا کی بارگاہ میں گڑگڑا کر التجا کی کہ تیرے سوا کون ہے جو اب مجھے بچائے۔ ان لوگوں نے جب یہ حالت دیکھی تو اسے فوراً باہر نکالا۔ گرم کپڑے پہنائے۔ کچھ دیر کے بعد جب اسے ہوش آیا تو امام صاحب سے عرض کی کہ اب تو مجھے اسمِ اعظم سکھا دیجیے۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے اسمِ اعظم سیکھ لیا ہے اور وہ یہی تھا کہ جس کے ساتھ تو نے اپنے مولا کو پکارا تھا اور اس نے تیری دُعا کو منظور کیا۔

اس نے کہا: وہ کیسے؟

امام صاحب نے فرمایا کہ اسمائے ذاتِ باری میں سے ہر ایک اسم غایت عظمت و جلالت رکھتا ہے اور انسان جب کسی اسم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے تو چونکہ دل سے اس کا تعلق نہیں ہوتا بلکہ صرف زبان پر لفظ جاری ہوتا ہے اس لیے اس اسم کا کچھ فائدہ اور تاثیر نہیں ہوتی مگر جب اس اسم کو نہایت عاجزی و بیقراری کی حالت میں دل سے تمام خیالات دُور کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف لو لگا کر

اسم اعظم سیکھنے کے لیے حضرت امام جعفر صادق سے ایک شخص کا سوال

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی شخص نے اسم اعظم سیکھنے کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا پہلے اس حوض میں غسل کرو۔ وہ شخص حوض میں غسل کرنے لگا۔ سردی کا موسم تھا اس آدمی نے غسل کرنے کے بعد حوض سے نکلنا چاہا۔ تو امام صاحب نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ اسے باہر نہ آنے دینا۔ وہ شخص باہر آنے کے لیے ہاتھ پاؤں مارتا مگر وہ لوگ پھر پانی میں دھکیل دیتے۔ اس نے بہت منت سماجت کی۔ چیخا چلایا مگر کسی نے نہ سنا۔ آخر اسے یقین آگیا کہ یہ لوگ مجھے مار ڈالنا چاہتے ہیں۔ تب اس نے خدا کی بارگاہ میں گڑگڑا کر التجا کی کہ تیرے سوا کون ہے جو اب مجھے بچائے۔ ان لوگوں نے جب یہ حالت دیکھی تو اسے فوراً باہر نکالا۔ گرم کپڑے پہنائے۔ کچھ دیر کے بعد جب اسے ہوش آیا تو امام صاحب سے عرض کی کہ اب تو مجھے اسم اعظم سکھا دیجیے۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے اسم اعظم سیکھ لیا ہے اور وہ یہی تھا کہ جس کے ساتھ تو نے اپنے مولا کو پکارا تھا اور اس نے تیری دُعا کو منظور کیا۔

اس نے کہا: وہ کیسے؟

امام صاحب نے فرمایا کہ اسمائے ذات باری میں سے ہر ایک اسم غایت عظمت و جلالت رکھتا ہے اور انسان جب کسی اسم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے تو چونکہ دل سے اس کا تعلق نہیں ہوتا بلکہ صرف زبان پر لفظ جاری ہوتا ہے اس لیے اس اسم کا کچھ فائدہ اور تاثیر نہیں ہوتی مگر جب اس اسم کو نہایت عاجزی و بیقراری کی حالت میں دل سے تمام خیالات دُور کر کے اللہ تعالےٰ کی طرف لو لگا کر

پکارا جاتا ہے تو وہ اسم ہی اسمِ اعظم ہوتا ہے۔ تم کو جب غیر اللہ سے مایوسی ہو گئی تو اسباب قطع تعلق ہو گیا اور دل کی توجہ صرف مالکِ حقیقی کی طرف ہو گئی۔ پھر جس اسم سے تم نے اُسے پکارا۔ وہ تمھارے لیے اسمِ اعظم ہو گیا۔

رُباعی

بُتے میگفت روزے با برہمن
خدائے من توئی اے بندۂ من
مرا بر صورت خود آفریدی!
ولیکن خویشتن را خود ندیدی

ترجمہ: ایک دن ایک بُت نے ایک برہمن سے یُوں کہا۔ کہ اے میرے بندے میرا خدا تو تُو ہی ہے۔
مجھ کو تُو نے اپنی صورت پر پیدا کیا، اور میری عبادت کرتا ہے اور اپنے آپ کو نہیں دیکھتا۔

گو شریعت نے ایسے مُشرک کو دائرہ اسلام سے خارج تو نہیں کیا لیکن اس کی عبادت کا نتیجہ بجز زبانی تعلق کے اور کچھ نہیں اور وہ مُردہ دل ہے۔ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ حَاضِرَةٌ مِّنْ ذِکْرِ الْحَقِّ فَهُوَ حَیٌّ وَقَلْبُ الْمُسْلِمِ غَافِلَةٌ مِّنْ ذِکْرِ الْحَقِّ فَهُوَ مَیِّتَةٌ

ترجمہ: مومن کا دل مشاہدہ سے آگاہ ہوتا ہے پس وہ زندہ ہے اور مسلم کا دل مشاہدہ سے غافل ہے پس وہ مُردہ ہے۔

بود معلوم ہر آزاد بندہ
کہ ناداں مُردہ، دانا است زندہ

ترجمہ معلوم ہوا کہ جو شخص عارف نہیں وہ مُردہ ہے اور جو شخص عارف ہے، زندہ

زندہ ہے۔

پس ثابت ہو گیا کہ عارف ہی اسم اعظم ہے کہہ سکتا ہے کیونکہ اس نے غیر اللہ کو دل سے نکال دیا ہوتا ہے۔

حکایت

حضرت بایزید کا حج پر جانا۔ راستہ میں درویش کامل کی ملاقات

حضرت بایزید بسطامی رح حج کرنے کے لیے گھر سے چل پڑے۔ وہ جس جگہ پہ بھی پہنچتے وہاں کاملوں کی ہی تلاش کرتے اور اسی بات کے ذوق میں ہمیشہ محو رہتے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تم جہاں بھی جاؤ وہاں کاملوں کی تلاش کرو۔ حضرت صاحب اسی ارادہ سے حج کو چلے تھے کہ شاید کوئی وہاں ہی کامل مل جائے۔ حضرت بایزید کو حج پہ جاتے ہوئے کسی گاؤں میں ایک شخص ملا۔ جس کی گفتگو اور چہرے سے بزرگی نمایاں تھی۔ گو ظاہری آنکھوں سے وہ نابینا تھا مگر دل سورج کی طرح روشن تھا جس کی باطنی آنکھ بیدار ہو جاتے۔ وہ عجیب طرح کے مشاہدے کرتا ہے وہ عارف ہے۔ اس کے پاؤں کی خاک اپنی آنکھوں میں ڈال۔ بایزیدؒ نے جب یہ معلوم کیا کہ یہ تو قطب ہے تو اس کے پاس ٹھہرنے کا ارادہ کر لیا۔ حضرت بایزیدؒ ان کے پاس بیٹھ گئے۔

دوران گفتگو معلوم ہوا کہ وہ صاحب عیال ہیں۔

درویش صاحب بولے: اے بایزیدؒ کس طرف جانے کا ارادہ ہے؟

حضرت بایزیدؒ نے کہا: حج کے لیے جا رہا ہوں۔

تمہارے پاس زادِ راہ کتنا ہے؟

چالیس درہم، جن کو میں نے چادر کے ایک سرے پر باندھا ہوا ہے

درویش صاحب نے فرمایا: اے بایزیدؒ! میرے گرد سات مرتبہ طواف کرکے

یہ حج کے طواف سے بہتر ہے۔ یہ درہم جو تیرے پاس ہیں میرے آگے رکھ دے۔ پھر سمجھ لو کہ تم نے حج کر لیا اور ثواب حاصل ہو گیا۔ تمہارا حج، عمرہ، صفا، مروہ سب ادا ہو گیا۔ اب ان کی ضرورت نہیں رہی۔ ؎

طوافِ کعبہ مرو کجا روی صفا ایں جاست

سر بہ سنگ، چرا میزنی خدا ایں جاست

ترجمہ: طوافِ کعبہ کے لیے مت جا صفا تو یہاں ہے یعنی وصالِ خداوندی یہاں ہی ہے۔ تو پتھروں پر کیا سجدے کرتا ہے خدا یہاں ہے۔

پھر اس بزرگ نے فرمایا: خدا کی قسم یہ بات بالکل درست ہے۔ جس خدا کے لیے تو نے ابھیت مجرا ہے۔ کعبہ کو مجازاً بیت اللہ کہا جاتا ہے درحقیقت انسان خدا کے رازوں کا خانہ ہے۔ جب سے کعبہ بنا ہے۔ خدا اس میں داخل نہیں ہوا۔ جب سے انسان بنا ہے خدا اس سے باہر نہیں گیا۔ جب تو نے مجھے دیکھا تو خدا کو دیکھ لیا۔ اور حقیقی کعبہ کے گرد طواف کیا۔ میری خدمت خدا کی عبادت اور حمد ہے۔ خدا کو مجھ سے علیحدہ نہ جان۔ دل کی آنکھیں کھول کر میری طرف دیکھو۔ میں خدا کا مجسم نور ہوں۔ کعبے کو ایک دفعہ فرمایا کہ یہ میرا گھر ہے۔ انسان کامل اگر ایک دفعہ یا اللہ کہے تو اللہ تعالیٰ ستر بار یا عبدی فرماتا ہے۔ اے بایزیدؒ اصلی کعبہ اب تجھے مل گیا۔ اب تمہاری دونوں جہاں میں عزت ہو گی۔

بایزیدؒ نے ان لفظوں کو خوب غور سے سنا اور دل میں بٹھا لیا۔ بدیں وجہ بایزیدؒ نے یہاں تک رتی کی کہ فقر کی سب منزلیں طے ہو گئیں۔ راز کی بات وہی سمجھ سکتا ہے جس کو راز سمجھنے والے خدا نے کان دیئے ہوں۔ اس توحید کے دریا میں اولیاء اللہ مچھلیوں کی طرح ہیں جو سانپوں کو بھی جادو سے مچھلی بنا دیتے ہیں۔ اگر تو سانپ ہے تو کسی مچھلی کے پاس جا وہ تجھے کھا کر تیرا سانپ ہونا ختم کر دے گی پھر تو بھی مچھلیوں کی

طرح دریا میں تیرتا پھرے گا۔

اسلام درحقیقت کیا ہے

اسلام اقرار زبانی ہے۔ اور ایمان یقین قلبی مسلم زاہد خشک ہے، اور مومن عارف کامل۔

اس بات کو خوب یاد رکھو کہ ایمان کامل معرفت پر موقوف ہے جب تک عرفان کامل نہ ہو ایمان کامل نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک دن صحابہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اعمال میں کون سا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا علم خدائے پاک کا۔ پھر صحابہ نے عرض کی کہ ہم اعمال دریافت کرتے ہیں آپ علم ارشاد فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ علم (معرفت) کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی کارآمد ثابت ہوتا ہے اور جہالت کے سبب بہت زیادہ عمل بے سود ہے۔ یعنی معرفت الٰہی کے بغیر عمل کچھ کام نہیں آتا بلکہ خدا سے دور ہو جانے کا خدشہ ہے وَلَکِنْ یَجْمَعُوْنَ اَنْ یَّجْتَمِعُوْنَ فِی الْمَسَاجِدِ وَیَقُوْلُوْنَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رَسْمِیْ رسمی کلمے کہنے والے حقیقت سے بے خبر ہیں اور وہ مومن نہیں۔ کیونکہ نہ مراد کلمہ سے واقف نہ مقصود سے آگاہ۔ پس ایسے کلمہ گو عارفوں کے نزدیک مشرک ہیں۔ اس لیے کہ سوائے زبانی تلفظ کے اور کچھ نہیں جانتے کہ کس کی نفی ہے اور کس کا اثبات۔

اس سے معلوم ہوا کہ مسلم قالی ہے اور مومن حالی۔

مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

قال را بگذار مرد حال شو
پیش مرد کاملے پامال شو

ترجمہ: زبانی باتوں کو چھوڑ کر صاحب حال ہو جا اور عارف لوگوں کی خاک پا

ترجمہ۔ بقول شخصے ؎

باہجوں حال نہ قال منافع قالی دا ہتھ خالی
ہو قالی سداویں حالی ایہہ ہے طبع زوالی

شریعت سب قیل وقال ہے اور معرفت حال ہے۔

درویش کے ہاتھ پاؤں خدا کے ہیں

ہر آدمی کو لازم ہے کہ فقراء کی تعظیم و تکریم بوجہ احسن بجا لائے ورنہ خدا اور رسول کا دشمن ہوگا۔ چنانچہ قولہ تعالےٰ حدیث قدسی میں کچھ اس طرح سے ہے جو ابی ہریرہ سے روایت ہے اور امام بخاری نے لکھی ہے۔

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی لَا یَزَالُ الْعَبْدُ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّہٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُہٗ کُنْتُ سَمْعَہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ وَیَدَہُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِھَا وَلِسَانَہُ الَّذِیْ یَنْطِقُ بِہٖ وَرِجْلَہُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِھَا فَبِیْ یَسْمَعُ وَبِیْ یُبْصِرُ وَبِیْ یَبْطِشُ وَبِیْ یَنْطِقُ وَبِیْ یَمْشِیْ۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ ہمیشہ میرا بندہ مجھ سے نزدیکی چاہتا ہے بذریعہ نوافل۔ یہاں تک کہ میں اس کو اپنا پیارا جانتا ہوں اور جب میں اس کو پیار کرتا ہوں تو اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھیں میں بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے میں ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کی زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے

بس وہ میرے ذریعے سے پکڑتا ہے اور میرے ہی ذریعے سے
دنتا ہے اور میرے ہی ذریعے سے چلتا ہے؟
یہ، بادی قبلہ و کعبہ اعلیٰ حضرت جناب کی عبد الأرشاد قلندر بابا اولیائی
منم و اور رحمتہ اللہ علیہ نے حدیث مذکورہ پر ارشاد فرمایا کہ قرب تو جب ہو گا
تب ہو گا۔ نہ نو من تیل ہو گا نہ رادھا ناچے گی۔ لیکن یہ بتاؤ کہ جسم، پاؤں
اور ہاتھ، کان وغیرہ اب کس کے ہیں اور اگر خود انسان کے ہیں تو اس
کے قبضہ میں نہیں۔ اور اگر خود انسان کے نہیں تو پھر کس کے ہیں؟ سچ تو یہ ہے
کہ جو کچھ ہے اللہ ہی کا ہے۔ دوسرے کا دعویٰ بالکل غلط ہے جب اللہ کے سوا
کچھ موجود ہی نہیں تو پھر شرکت کیسی ہے

نقش او کرد است نقاش من اوست
غیر گر دعوے کند او ظلم جوست!

ترجمہ: یہ نقش اور تصویر اس نے بنائی ہے اور وہی نقاش ہے اور اگر کوئی غیر
اس بات کا دعویٰ کرتا ہے تو ظلم جو ہے۔ ہ

انسان کی ذات میں یہ خدا ہی کے کھیل ہیں
بازی کہاں بساط میں جو شاہ ہی نہیں

فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ قَتَلَهُمْ ۚ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ
اللَّهَ رَمَىٰ ... (پ سورہ انفال ۱۰ رکوع)

ترجمہ: پس نہیں قتل کیا تم لوگوں نے کفار کو، لیکن قتل کیا کفار کو اللہ تعالیٰ
نے، اور نہیں پھینکا تو نے، جبکہ تو نے پھینکا یعنی اللہ ہی نے کفار
کی آنکھوں میں خاک ڈالی۔ ہ

آپ کے ہاتھوں میں سارا کام ہے آپ کرتے ہیں جہاں کا نام ہے

فقراء کا دشمن، دشمن خدا ہے

یہ غور کا مقام ہے کہ درویش کے ہاتھ، پاؤں، آنکھ، ناک، منہ اور کان بلکہ تمام اعضاء خدا ہوں اور یہ علمائے ظواہر ہے اور کہ مسجدوں کو اپنی جاگیر بنائے ہوئے، درویش کو حسد سے بُرا خیال کریں اور اس کے ساتھ دشمنی رکھیں تو پھر ان پڑھے لکھے مجبوروں کا ٹھکانہ سوائے دوزخ کے اور کہاں ہے اور پھر ان میں ایمان کے باقی رہنے کی کس طرح امید ہو سکتی ہے محال اور ناممکن ہے۔ جو شخص خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دوستوں سے لڑائی کرے گا گویا وہ خدائے بزرگ و برتر اور حضور علیہ السلام سے لڑائی کرے گا بے شک وہ کافر ہے۔

عالموں کا قول ہے کہ جس عالم بے ادراک کو درویشوں سے محبت نہ ہو اسے شیطان سمجھو، اور اس کی صحبت سے بچو! کیونکہ دیوانے کتے کی طرح ہے جس کو منہ لگا دے گا اس کو دیوانہ بنا دے گا یا نالے میں گرتے ہوئے پتھر کی طرح ہے کہ نالہ کو بند کرتا ہے نہ خود پانی پیتا ہے نہ کسی اور کو پینے دیتا ہے۔

خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دوستوں سے محبت کرنا، ان کی خدمت میں حاضر ہونا اور ان کی صحبت کو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سمجھنا خدا تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خوشنودی کا باعث ہے۔

نقل ہے کہ نبیوں میں سے ایک نبی علیہ وعلیہما السلام نے بارگاہِ ایزدی میں عرض کی: اِلٰهِیْ كَیْفَ لِیْ اَنْ اَعْلَمَ رِضَاءَكَ عَنِّیْ فَقَالَ عَلَامَةُ ذٰلِكَ اَنْ تَنْظُرَ كَیْفَ رِضَاءُ الْمَسَاكِیْنِ عَنِّیْ فَاِنَّهُمْ رَضُوْا عَنْكَ رَاضٍ

ترجمہ: اے میرے خداوندا! میں کس طرح معلوم کروں کہ تو مجھ پر راضی ہے حکم ہوا کہ اگر میرے درویش تجھ پر راضی ہیں تو میں بھی راضی ہوں۔ اگر وہ راضی نہیں

تو میں بھی راضی نہیں۔

اے عزیز حق سبحانہٗ وتعالیٰ فقیروں کو اپنے عیال کے نام سے مخاطب کر کے کہتا ہے: اَلْفُقَرَآءُ عِیَالِیْ اور تونگروں اور دولت مندوں کو اپنے وکلاء شمار کیا ہے: وَالْاَغْنِیَآءُ وُکَلَائِیْ۔ اور ان وکیلوں کو اپنے عیال کے نان و نفقہ کا کفیل بنایا۔ اور اس اہتمام کے صلہ میں ان کے لیے دارالسلام کے درجات مہیا اور مقرر کیے۔ اور ان کے خزائن و دفائن کی کنجیاں فقراء کی جیب میں رکھیں۔ مِفْتَاحُ الْجَنَّۃِ مَحَبَّۃُ الْفُقَرَآءِ بلکہ اپنے خاص دوستوں یعنی انبیاء کو ان ہی فقیروں کی خدمت گاری اور خبرگیری کے واسطے دنیا میں بھیجا: کَمَا اَوْحَی اللّٰہُ تَعَالٰی مُوْسٰی ابْنِ عِمْرَانَ صَلَوٰتُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَامُہٗ یَا مُوْسٰی جَلِیْسُ الْمَسَاکِیْنِ اِنَّ رَحْمَتِیْ لَا تُفَارِقُہُمْ طَرْفَۃَ الْعَیْنِ یَا مُوْسٰی کُنْ بِشَاتِ الْفُقَرَآءِ غَائِبًا وَّلِہَوَائِہِمْ فَادِیًا حَتّٰی اَکْتُبَ لَکَ رِضَائِیْ وَاَمَانِیْ وَمَغْفِرَتِیْ۔ اس پیغام کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام فقرا اور مساکین کی اتنی رعایت کرتے تھے کہ ہر ایک ماہ میں ایک ہفتہ سب علائق کو قطع کر کے فقیروں کے اردگرد پھرتے تھے اور ان کے کپڑے دھوتے تھے اور جو چیزیں ان کی ضروریات کی ہوتی تھیں ان کی تحصیل میں مصروف رہتے تھے۔

اے عزیز تم دیکھو! کہ جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم باوجود اس شان و شوکت کے مسکینوں کے ساتھ کس طرح کا سلوک روا رکھتے تھے۔ چنانچہ نقل ہے کہ ایک روز جناب رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی مسجد مبارک میں رونق افروز ہوتے، صہیبؓ رومی کو دیکھا کہ اپنی گودڑی کو پیوند لگاتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: اے صہیبؓ مجھ کو دے کہ میں تمہاری گودڑی پر پیوند لگا دوں۔ صہیب نے کہا کہ اے آدمؑ کی ذریت کے تاج! میری سو ہزار جان تیرے نام پر قربان ہو۔ میں آپ کو

اپنی گودڑی سینے کی تکلیف کیوں دوں؟ میں نہیں چاہتا کہ آپ کو میرے جُبّہ سینے کی تکلیف پہنچے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اے صہیبؓ مجھ کو دے کہ میں اس کو ابھی سی کر تیرے حوالے کر دوں۔ تاکہ قیامت کے دن میرے اعمال نامہ سے نکلے کہ یہ وہ مرد ہے جس نے دنیا میں درویشوں اور مسکینوں کے کپڑے سیئے تھے۔

جنابؐ نے صہیبؓ سے گودڑی لی اور اس کو سینا شروع کیا۔ اسی اثنا میں حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کی کہ اے دو جہان کے سردار آپؐ کی شان کے شایاں نہ تھا کہ جو آپ نے کیا۔ اس وقت آسمان پر رہنے والے آپؐ کے خُلق کو دیکھ رہے ہیں۔ ؎

گو جاہے از سلطنت بیش نیست
کہ ایمن تر از ملک درویش نیست

ترجمہ: یہ خیال نہ کرو کہ بادشاہی سے کوئی مرتبہ بڑھ کر نہیں بلکہ درویشوں کے ملک میں امن زیادہ ہے۔

سبکسار مردم سبک تر روند
حق اینست صاحبدلاں بشنوند

ترجمہ: جن کے سر پر بوجھ ہلکا ہے، وہ آسانی سے چلتے ہیں۔ یہ بات سچی ہے اور اسے صاحب دل قبول کرتے ہیں۔

جو شخص خُدا کے پاس بیٹھنا چاہے وہ فقیروں میں بیٹھے

فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ۳۰

پارہ ۳۰، سورہ فجر ۸۹، رکوع ۱، ترجمہ: جس وقت میرے نیک نیک بندوں کی صحبت میں داخل ہو جاؤ تو گویا جنت میں داخل ہو گئے۔

حدیث شریف : مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّجْلِسَ مَعَ اللّٰہِ فَلْیَجْلِسْ مَعَ اَھْلِ الذِّکْرِ
ترجمہ : جو شخص خدا کے ساتھ بیٹھنے کا ارادہ کرے وہ شخص اللہ کا ذکر کرنے والوں یعنی درویشوں کے پاس بیٹھے ۔ مولانا روم مثنوی میں فرماتے ہیں ۔

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا
او نشیند در حضور اولیا

ترجمہ ، جو کوئی خدا کے ساتھ بیٹھنے کا خواہش مند ہے اسے اولیاء کی خدمت میں بیٹھنا چاہیئے ۔

روئے محفوظ است پیشانی یار
راز کونینش نماید آشکار

ترجمہ : مرشد کا چہرہ لوحِ محفوظ ہے اسے دیکھنے سے دو جہان کے پوشیدہ راز معلوم ہو جاتے ہیں ۔

حج زیارت کردن خانہ بود
حج رب البیت مردانہ بود

ترجمہ : عوام کا حج پتھر کا بنا ہوا گھر دیکھنا ہے ۔ درویشوں کا حج کسی مردِ خدا کو دیکھنا ہے ۔

کعبہ مرداں نہ از آب و گل است
طالب دل شو کہ بیت اللہ دل است

ترجمہ : درویشوں کا کعبہ پانی اور مٹی کا نہیں ۔ دل کا طالب ہو کہ بیت اللہ دل ہے اور یہی حقیقی کعبہ ہے ۔

قبلۂ باطن نشیناں ذوالمنن
قبلۂ ظاہر پرستاں روئے زن

ترجمہ: عاشقاں، انہی کی سجدہ گاہ بارگاہ کبریا ہے اور ظاہر پرستوں کا قبلہ محض کا چہرہ ہے۔ ؎

ابلہاں تعظیم مسجد مے کنند!
در جفائے اہلِ دل جد مے کنند

ترجمہ: احمق لوگ مسجد کی تعظیم کرتے ہیں اور خدا کے گھر (اہل اللہ کے دلوں) کو دکھاتے ہیں۔ ؎

آں مجاز است ایں حقیقت اے خراں
نیست مسجد جز درونِ سروراں!

ترجمہ: کعبہ مجازی بیت اللہ ہے اولیاء اللہ کے دل حقیقی خدا کے گھر ہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں۔

مسجدے کاں اندرونِ اولیاء
سجدہ گاہ جملہ است آنجا خدا

ترجمہ: اصلی کعبہ اولیاء اللہ کے دل ہیں، وہاں سوائے خدا کے اور کچھ نہیں ہوتا۔

تا بکرد آں خانہ را در وے نہ رفت
واندریں خانہ بجز آں حی نہ رفت

ترجمہ: جب سے خانہ کعبہ بنا ہے خدا اس کے اندر آ کر نہیں بیٹھا اور جب سے خدا اولیاء کے دل میں آیا ہے باہر نہیں گیا

کعبہ بنگاہِ خلیل آذر است
دل گزرگاہ جلیل اکبر است!

ترجمہ: کعبہ کی تعمیر ابراہیم خلیل اللہ نے ہی کی ہے مگر دل میں اللہ جل شانہٗ کا

بسیرا ہے اور اُسی نے بنایا ہے۔

چوں شوی دور از حضور اولیاء
درحقیقت گشتہ دور از خُدا

ترجمہ: جس وقت تم اولیاء سے دُور ہوتے ہو تو حقیقت میں خدا سے دور ہو جاتے ہو۔

یک زمانہ صحبتِ با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

نجات صرف علم سے نہیں عمل سے ہے

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ٥ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ٥
(پارہ ۳۰، سورۃ شمس نمبر ۹۱، رکوع ۱)

ترجمہ: جس شخص نے اپنے نفس کو پاک کیا اُس نے نجات پائی اور جس نے اس کو خراب کیا وہ ہلاک ہوا۔

یہ نہیں فرمایا کہ مَنْ يَعْلَمُ تَزْكِيَتَهَا کہ وہ شخص نجات پائے گا جو نفس کو درست کرنے کی ترکیب جانتا ہو یا علم کو پڑھے اور لوگوں کو پڑھائے اگر علم کو پڑھنے سے ہی دین حاصل ہوتا تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بہت سے اصحاب کبار بقول علماء ظواہر بے دین ہی رہ جاتے، سو ایسا ہرگز نہیں بقول اکبر الٰہ آبادی ؎

نہ کتابوں سے نہ کالج کے ہے در سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

رنج دنیا سے بہت مضطرب الحال تھا یہ
دل کو تسکین ہوئی نیکوں کے اثر سے پیدا

بقول مولینا روم رح ؎

علم ظاہر رہزن ہر سالک است
ایں روایت حنبلؒ و ہم مالکؒ است

ترجمہ: علم ظاہر ہر سالک کے لئے رہزن ہے۔ یہ روایت امام احمد حنبلؒ اور امام مالکؒ کی ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص علم میں ترقی کرے اور عمل میں ترقی نہ کرے، وہ اللہ تعالیٰ سے دور ہونے کی ترقی کرتا ہے۔ اس قسم کی اور بہت سی احادیث ہیں کہ ظاہری عالم دھوکا کھائے ہوئے ہیں۔ دنیاوی راحت کی محبت ان کے دلوں پر غالب ہو گئی ہے اور انھوں نے گمان کر رکھا ہے کہ محض ان کا علم ہی ان کو آخرت میں نجات دلوا دے گا۔ اور یہ کہ ان کو عمل کی چنداں ضرورت نہیں ایسا ہرگز نہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ ....

ترجمہ: لوگو! اس حالت میں نصیحت نہ کرو کہ جب تم خود گمراہ ہو۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝

(پارہ ۲۸، سورۃ صف ۶۱، رکوع)

ترجمہ: "اے ایمان والو! دوسروں کو وہ نصیحت نہ کرو، جس پر تم خود عمل نہیں کرتے۔"

سچ ہے علم بغیر عمل کے وبال ہے۔

حضرت سعدی شیرازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

حکایت

ہمیں یادم آید ز عہد صغر
کہ عیدے بروں آمدم با پدر

بباز یچہ مشغول مردم شدم
در آشوب خلق از پدر گم شدم

برآوردم از ہول و دہشت خروش
پدر ناگہانم بمالید گوش

کہ اے شوخ چشم آخرت چند بار
بگفتم کہ دستم ز دامن بدار

بہ تنہا نداند شدن طفل خرد
کہ مشکل بود راہ نادیدہ بُرد

تو ہم طفل راہی بہ سعی اے فقیر
برو دامن نیک مرداں بگیر

مکن با فرومایہ مردم نشست
چو کردی ز ہیبت فرو شوے دست

بہ فتراک پاکاں در آویز چنگ
کہ عارف ندارد ز دریوزہ ننگ

مُریداں بہ قوت ز طفلاں کم اند
مشائخ چو دیوار مستحکم اند

ترجمہ: مجھے یاد ہے جب میں چھوٹا بچہ تھا عیدگاہ میں باپ کے ساتھ گیا۔ آدمیوں کی کثرت کی وجہ سے باپ کا دامن ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ میں اکیلا کھڑا رو رہا تھا۔ باپ میری تلاش کرتا ہوا آ گیا۔ مجھے پکڑ لیا اور خفا ہو کر کہا۔ کہ میں نے تجھے کئی دفعہ کہا کہ میرا دامن نہ چھوڑنا۔ تنہا بچہ رستہ جو نہ دیکھا ہو اس راہ پر چل نہیں سکتا۔ تو بھی بچے کی طرح ہے اے درویش! نیک مردوں کا دامن

نہ چھوڑ۔ بُروں کی صحبت سے بچو ورنہ دین و دُنیا میں خراب ہو گے۔ نیکوں کا دامن پکڑو نیکوں کی صحبت سے عارف بن جاؤ گے۔ مُریدِ بچوں کی طرح ہیں کامل درویش سے مل کر تجیات ہوتی ہے۔

فنا ہو جا جھلک اٹھے گا سینہ شمع عرفاں سے
ابھی تو دل کے آئینہ پہ غافل داغ ہستی ہے

تمام دوستوں سے گزارش ہے کہ جو کام بھی شروع کرو کسی کامل درویش کی اجازت لیکر شروع کرو کیونکہ اس گروہ کے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَ عَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا۔

"اور ہم نے اپنے پاس سے یہ خاص علم ان کو سکھایا ہے۔"

علامہ ڈاکٹر اقبال فرماتے ہیں۔ ؎

تمنا دردِ دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

جلا سکتی ہے شمع کشتہ کو موج نفس ان کی
الٰہی کیا چھپا ہوتا ہے اہلِ دل کے سینوں میں

تڑستم ہے نگاہِ نارسا جس کے نظارے کو
وہ رونق انجمن کی ہے انہیں خلوت گزینوں میں

ابیات

○

بجز مُرشد کوئی اس علم کو سمجھا نہیں سکتا
سمجھ میں اس طرح علم طریقت آ نہیں سکتا

شریعت اور طریقت میں جو ہے اک فرق نازک سا
کوئی دکھلا نہیں سکتا، کوئی سمجھا نہیں سکتا

ہُوا جس کو پسند آئی گلستانِ طریقت کی
وہ بُلبل چھوڑ کر اس باغ کو پھر جا نہیں سکتا

○

بھلا وہ بُت کو سجدہ کرنے سے کیونکر ہُوا کافر!
جسے ہر بُت کے پردے میں خدا معلوم ہوتا ہے

○

نظم

نمازِ عشق میں بندہ سراسر گُم ہو جاتا ہے
قلندرؒ کی امامت ہو تو بندہ گُم ہو جاتا ہے

بدل جاتا ہے سب نقشہ رکوعوں اور سجودوں کا
قیام اندر قعود اندر سب اندر گُم ہو جاتا ہے

یہی اک قطرہ جب منسوب ہوتا ہے قلندر سے
تو اس میں دُرِّ معانی کا سمندر گُم ہو جاتا ہے

اُسی کی ایک رکعت میں ختم قرآن ہو جائے
لوحِ محفوظ میں وہ نقطہ بن کر گُم ہو جاتا ہے

حضوری قلب میں احد و احمد رُوبرو ہوں تو
علیؑ مست ہی رہے خواہ تن میں خنجر گُم ہو جاتا ہے

محبت ہم کی حد سے بڑھے جب اندر و باہر
محمدؐ کی ضیاء میں شمس و قمر گُم ہو جاتا ہے

دکھا سکتا نہیں کوئی سوا مردِ قلندر کے
کہ کیا لاہوت ہوتا ہے کہاں پر گُم ہو جاتا ہے

نظر ہو لامکاں اندر سبھی ظاہر جہاں اندر
عُرفتُ رَبیّ کا دل میں ہی منظر گُم ہو جاتا ہے

ادا ہوتی ہے نیزوں پر نمازِ عشق عجب شان سے
حسینؑ اپنا بظاہر سر کٹا کر گُم ہو جاتا ہے

زباں پر الم و نالہ کیونکہ جس کا یار ہو نالہ
بلائے رمز سمجھائے تو غم ہر گُم ہو جاتا ہے

خطابِ عام

ہیں ترے جلوے نمایاں ہر سُو
تو ہی تو ہے تو ہی تو ہے، تو ہی تو

بعض کو خود ہی بُلا لیتے ہیں آپ
ڈھونڈتا پھرتا ہے کوئی کو بکو

ہے متاعِ زیست تیرا ذکر و فکر
جب تلک جاری رگوں میں ہے لہُو

اور یہی دولت ہے حشر و نشر میں
اللہ ہُو، اللہ ہُو، اللہ ہُو

نام سے تیرے ہوا جو مطمئن!
کیا خوش قسمت ہے وہ فرخندہ خُو

ہائے اِک آلودۂ عصیاں ہوں میں
کس طرح آؤنگا تیرے رُو برُو

طالبِ حق آ بتاؤں تجھ کو راز
کیوں بھٹکتا پھر رہا ہے کُو بکُو

وہ ملے گا بعد ترکِ ماسوا
لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا

اس کی رحمت پر ہے سارا انحصار
ہے ہمارا کام سعی و جستجو

ہو ہی جاتا ہے وہ آخر کامیاب
دل میں جو رکھتا ہے سچی آرزو

زندگی کا اک یہی مقصد ہے بس
سَبِّحُوا اللّٰہَ کُلَّ حِیْنَ وَاذْکُرُوْا

ہو گیا دنیائے دوں سے کامیاب
رہ گئی واں جس کی قائم آبرو

ہوگا اک دن یہ دل صد چاک چاک
سوزنِ لطفِ الٰہی سے رفو

آؤ سے شانِ کریمی منتظر!
بخش دیگا وہ خطا فَاسْتَغْفِرُوْا

مل ہی جائیگی شرابِ ذوق و شوق
صاف رکھ اپنا تو جام و سبو

کر خموشی سے ادا مضمونِ عشق
یہ نہیں ہرگز مقامِ گفتگو

○

کبریا حق می گویم تمہا با مصطفیٰ گویم
یکی صورت چه پندارم ترا بسیار دیده ام

○

لازوال ہے مجلسِ سُہروردیہ
جمالِ نبی ہے مجلس سُہروردیہ

مردِ قلندر

اللہ کی رحمت کا عنوان قلندر ہے
فردوس میں جانے کا سامان قلندر ہے

اللہ تعالیٰ کا قرآن محمدؐ ہے
سرکار دو عالم کا قرآن قلندر ہے

گو اربع عناصر سے یہ جسم مرکب ہے
پر حق تو یہ ہے اس کی بس جان قلندر ہے

یہ فیضِ محمدؐ ہے ولیوں کے سینے میں
ہر ایک ولی پہ بس احسانِ قلندر ہے

انسان کو انسانی اسرار جو سمجھا دے
انسانوں میں اک ایسا انسان قلندر ہے

ہاتھوں میں نہ کیوں اپنے مضبوطی سے میں تھاموں
اس رحمتِ عالم کا دامان قلندر ہے

دیتا ہوں پتہ تم کو میں شانِ رسالت کا
شانوں میں محمدؐ کی اک شان قلندر ہے

یہ عشق کے مذہب میں جائز ہے اگر کہہ دوں
دین اپنا قلندر ہے ایمان قلندر ہے

بشرے سے عیاں ہے محتاجِ بیاں کیوں ہو
اللہ کے جلووں کی پہچان قلندر ہے

جس در پہ شہنشاہ بھی جھکتے ہیں سبھی آکر
سلطانوں میں اک ایسا سلطان قلندر ہے

نعت

وہ شمع اُجالا جس نے کیا چالیس برس تک غاروں میں
اک روز جھلکنے والی تھی سب دنیا کے درباروں میں

گر ارض و سما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو
یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں، یہ نور نہ ہو سیاروں میں

جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا اور نکتہ وروں سے حل نہ ہُوا
وہ راز اِک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

وہ جنس نہیں ایمان، جسے لے آئیں دکانِ فلسفہ سے
ڈھونڈے سے ملے گی عاقل کو یہ قرآں کے سیپاروں میں

ہیں کرنیں ایک ہی مشعل کی بوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و علیؓ
ہم مرتبہ ہیں یارانِ نبی کچھ فرق نہیں ان چاروں میں

○

شجرۂ طریقت سُہروردی منظوم تادر بزبانِ پنجابی

احد ذات نے عشق اُپایا واحد واحدیت رنگ چڑھایا
روح مثل اک جسم بنایا کُنْ فَیَکُوْن آوازہ آیا
علی علی کر مست الستوں
کُھلن راز بلندی پستوں

اپنے آپ نوں آپ چھپایا لوح قلم دا ساز بجایا
بے صورت وچ صورت آیا مرشد ہو کے راز بتایا
علی علی کر مست الستوں
کُھلن راز بلندی پستوں

شکل محمدؐ عین حقانی علی حقیقی نور نورانی
فاطمہ زہرہ راز نہانی
علی علی کر مست الستوں
کُھلن راز بلندی پستوں

جنت دے وچ مرشد ساقی بن مرشد نہ کُھلے تاکی
مرشد اللہ رب رزاقی! مرشد جان لیا جس باقی!
علی علی کر مست الستوں
کُھلن راز بلندی پستوں

مُرشد نے جاں کرم کمایا حسن بصری نوں حق ملایا
پھر حبیب عجمی نے پایا داؤد طائیؒ نوں عشق بچایا
علی علی کر مست الستوں

کھلن راز بلندی پستوں

معروف، کرخی، گرگا نال پھڑیا — سری سقطی منزل نریا
سبق جنید عشق دا پڑھیا — مشاد دینکو نہیں کشتوں ہریا

علی علی کر مست الستوں
کھلن راز بلندی پستوں

اسوا الدین نوں عشق جگایا — وجیہہ الدین نوں سینے لایا!
ضیاء الدین نوں شاد بنایا — شہاب الدین نوں رنگ چڑھایا

علی علی کر مست الستوں
کھلن راز بلندی پستوں

بہاؤالدین مشائخ ہویا — صدرالدین دا باطن دھویا
مرشد بیج کرم دا بویا — سید جلال الدین قلندر ہویا

علی علی کر مست الستوں
کھلن راز بلندی پستوں

شاہ نور جمال نے ساز بجایا — شاہ سید کری نوں حق بجھایا
شاہ رکن عالم نے مرشد پایا — مخدوم جہاں پیر بنایا

علی علی کر مست الستوں
کھلن راز بلندی پستوں

شاہ داد قریشی پیر قلندر — منجن گنجن شاہ گوشے اندر
شاہ مسافر عشق سمندر — جوگی جنجل ۱۰ اچّا مندر

علی علی کر مست الستوں
کھلن راز بلندی پستوں

شاہ داد وجی دے باری آئی　　اللہ داد ردمی دی پتی ڈاہی
رزاق پاک نے گل سُنائی　　مرتضےٰ انند شاہ نے مُرلی بجائی

علی علی کر مست الستوں
کھلن راز بلندی پستوں

پیتی بندگی شاہ شراب طہوری　　ہویا یار محمد تے کرم غفوری
بابا شاہ عنایت عشق حضوری　　چن چراغ دی منزل نُوری

علی علی کر مست الستوں
کھلن راز بلندی پستوں

کافی کفا عبداللہ آیا　　گنج علی فرل یار بنایا
محبوب علی شاہ، شاہ کمایا　　روشن علی ہر مطلب پایا

علی علی کر مست الستوں
کھلن راز بلندی پستوں

معظم شاہ بن قطب ربانی　　عشق کمایا چھڈ جگ فانی
مہر علی نے رمز پچھانی　　حق توں پائی تاں سُلطانی

علی علی کر مست الستوں
کھلن راز بلندی پستوں

نوداں قادر شاہ عبداللہ　　وسّے ہر دم نور تجلی
سبق پڑھا کے قُل ہو اللہ　　پیر قلندر کرے تسلا

علی علی کر مست الستوں
کھلن راز بلندی پستوں

نبی احمد مُرشد پیر نرالا　　عشق قلندر تے متوالا

حق حقیقی کرے اُجالا   دے کر خالص پریم پیالا
علی علی کر مست الستوں
کھلن راز بلندی پستوں

سخی قلندر ہر تھاں دسن   سہروردی گل حقیقی دسن
لا الہٰ حق آوازہ کسن   شرک کافر ہر پاسیوں نسن
علی علی کر مست الستوں
کھلن راز بلندی پستوں

شفیق، شکیل تے شکل نورانی   سوہنے مرشد دے دل جانی
قلندر پاک دی خاص نشانی   رکھے مولا امن امانی
علی علی کر مست الستوں
کھلن راز بلندی پستوں

غنی قلندر مرشد پھڑ کے   شوہ توں پاویں مقصد کھڑ کے
منگ دعاواں کاسہ پھڑ کے   بوہے عشق سمندر چڑھ کے
علی علی کر مست الستوں
کھلن راز بلندی پستوں

درود بر محمدؐ صلوٰۃ بر علیؑ   مسیت میں محمدؐ میدان میں علیؑ
گل دفتر محمدؐ لشکر علیؑ   حاجت روا محمدؐ مشکل کشا علیؑ

ہر گھڑی ہر پلک

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیے ہیں
جس راہ چل دیے ہیں، کوچے بسا دیے ہیں

جب آ گئی ہیں جوشِ رحمت پہ ان کی آنکھیں
جلتے بجھا دیے ہیں، روتے ہنسا دیے ہیں

ان کے نثار کوئی کیسے ہی رنج میں ہو
جب یاد آ گئے ہیں سب غم بھلا دیے ہیں

○